بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے سال ینتالیس

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

533
صفر ۱۴۳۰ھ
جنوری 2010ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -100-0001

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر---45
شمارہ نمبر---4
صفر---۱۴۳۱ھ
جنوری---سنہ ۲۰۱۰ء

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور امریکی عدالت انصاف۔فرانس میں برقعہ پر پابندی۔جناب اجمل خٹک کا سانحہ ارتحال............ مولانا محمد ابراہیم فانی ۲

عہد طالب علمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ علمی منتخبات............ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ۶

اخلاق حسنہ اور ہمارا کردار............ حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۱۷

مقدمہ تفسیر روح المعانی پر ایک طائرانہ نظر............ مولانا محمد ثاقب ۲۶

ناقص الخلقت کے بارے میں ایک اہم عدالتی فیصلہ............ محمد جعفر ملی رحمانی ۳۱

سرسید احمد خان اپنے عقائد ونظریات کی روشنی میں............ مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان ۳۵

سقوط غرناطہ کی کوکھ سے امریکہ کا جنم............ مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی ۴۳

دہشت گردی ...... فتنہ عظیم............ ڈاکٹر ریحان غنی ۵۲

فضلائے حقانیہ کی تالیفی وتصنیفی خدمات (مولانا فیض الرحمٰن حقانی)............ مولانا حبیب اللہ حقانی ۵۶

دارالعلوم کے شب و روز............ جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰

تعارف تبصرہ کتب............ ادارہ ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔فون نمبر 630435-630340(0923)
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250 بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

قرآن اکیڈمی لائبریری 4-3-10

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد ابراہیم فانی

ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور امریکی عدالت انصاف

امریکہ میں قید پاکستانی خاتون اسلام کی بیٹی خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی پاکستان کی بیٹی اور دنیا میں بسنے والے کروڑہا مسلمانوں کی بہن اسلامی اقدار اور اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے جرم بیگناہی کا فیصلہ بالآخر امریکی عدالت نے سنا ہی دیا۔ اور وہ بیچاری گوروں اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ مہذب کہلوانے والے امریکیوں کی عدالت میں ''بغیر کسی قابل قبول شہادت'' کے مجرم قرار پائی گئی۔ ایسی عدالت پر کروڑوں بار لعنت ایسے انصاف پر تفو۔ ایسے ججوں ایسے وکیلوں پر خدا کی پھٹکار۔ امریکی عدالت نے نہ قانون اور اخلاقی اقدار کا پاس ولحاظ رکھا اور نہ عدل اور انصاف کے تقاضے پورے کئے بلکہ عالم اسلام اور پاکستان کی بے حسی کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے ایسا فیصلہ سنایا جس پر خود لفظ عدالت سر پیٹ رہی ہے اگر چہ امریکہ کے خبث باطن کو سمجھنے والے اہل دل اور اہل درد حضرات پہلے دن ہی سے بھانپ چکے تھے کہ فیصلہ اسی طرح آئے گا لیکن بعض خوش فہم اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ایک بے قصور' بے یار و مددگار و نہتی خاتون جس پر ابھی تک ''ان درندہ صفت ججوں'' نے کوئی جرم ثابت نہیں کیا تھا۔ وہ انکو رہائی کا پروانہ تھما دیں گے' لیکن ایسا نہیں ہوا اور ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے خلاف امریکی عدالت میں چلائے جانے والے مقدمہ میں عام شہریوں پر مشتمل بارہ رکنی جیوری نے متفقہ طور پر ان پر لگائے جانے والے سات الزامات کا مجرم قرار دیا۔ یہ ہے دنیا کی سب سے مہذب قوم کی مہذب ترین مخلوق یعنی جج' جو دنیا میں اپنی انصاف پسندی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو آمر پرویز مشرف کے دور اقتدار میں ۳۱ مارچ ۲۰۰۳ء کو کراچی سے مبینہ طور پر اٹھایا گیا تھا اور پانچ سال بعد یہ بات منکشف ہوئی کہ بگرام ایئر بیس کابل میں قید خاتون ڈاکٹر عافیہ ہی ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق مغربی میڈیا کے انکشاف کے بعد ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو نیویارک پہنچایا گیا اور امریکی پولیس آفیسر ریمنڈ کیلی نے عدالت میں پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جو امریکہ کو دہشت گردی میں مطلوب تھیں ایک ماہ قبل غزنی' صوبہ کے گورنر کی رہائش گاہ کے احاطہ سے افغان پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہوئیں۔ حالانکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا

کہ ڈاکٹر عافیہ کو کراچی سے اٹھایا گیا اور اسکے ساتھ بچے بھی تھے' یہ پاکستانی بیٹی ڈالروں کے عوض امریکہ کو دی گئی اور اس کے بعد افغانستان کے صوبہ غزنی سے اس کی گرفتاری کا ڈرامہ رچایا گیا۔ حکومت پاکستان کی اس کی رہائی کے بارے میں کیا ذمہ داری ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستانی حکومت اس مسئلہ پر بہت ٹھوس قدم اٹھاتی۔ لیکن ہماری بے حسی کی انتہاء ہے کہ ہم امریکہ سے اس کے قریبی اتحادی ہونے کے باوجود اس سے زبانی جمع خرچ کے علاوہ کوئی مضبوط اور پرزور احتجاج نہ کر سکے۔

یہ ایک ایسا دلدوز جگر پاش اور دلخراش واقعہ ہے کہ نہ صرف پاکستانی بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ اس عظیم ظلم پر یک جان ہو کر احتجاج کرتے اور ہر فورم پر اس کی رہائی کے لئے آواز اٹھاتے۔ لیکن بقول اقبال

''حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے''

فرانس میں برقعہ پر پابندی

آج کل عالم اسلام گردش ایام کی زد میں ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں یہود وہنود اور نصاریٰ اسلامی اقدار اور اسلامی روایات کو ایک ایک کر کے اپنے ملک سے مٹانے اور اکھاڑ پھینکنے میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کی دل آزادی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے زور پکڑتا جا رہا ہے۔ ڈنمارک کے اخبارات میں پیغمبر خدا ﷺ کے خاکے شائع کیے گئے' جس پر عالم اسلام کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا۔ اگرچہ وہ ردعمل اور احتجاج عوام کی طرف سے تھا۔ حکمرانوں کا اس میں کوئی کردار نہیں تھا۔ اس کے بعد دوبارہ انہی اخبارات اور بعض دوسرے مغربی ممالک کے اخبارات میں یہ خاکے نشر مکرر کے طور پر شائع ہوئے۔ پھر سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں پر پابندی لگانے کی خبریں آئیں اور اس پر ریفرنڈم کے ذریعہ پابندی لگائی گئی اس پر عالم اسلام کے بے حس اور بے حمیت حکمرانوں کی طرف سے کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ اور اب فرانسیسی حکومت کا برقعہ پہننے کے خلاف آئینی اقدامات کہ فرانس میں کوئی عورت برقعہ اوڑھ کر نہ نکلے۔ یہ تمام ایسی باتیں ہیں جو کہ بین الاقوامی منشور اور آئین کے خلاف ہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں براہ راست مداخلت کے مترادف ہیں اس سے دنیا میں بسنے والے ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے۔ لیکن ان قوتوں اور استعماری طاقتوں کو اس

بات کی پروانہیں حالانکہ فرانس میں اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے جس کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہے یہ ایک انتہائی افسوسناک باعث شرم بات ہے کہ ہمارے خلاف یہود و ہنود اور صلیبی قوتیں اس طرح نبرد آزما ہوں اور ہم بے حس و حرکت اور ساکت د جامد کھڑے رہیں۔ ان شیطانی حرکات کے مقابلے میں اگر ہمارے حکمران کچھ عملی اقدامات اٹھاتے تو ان یورپی ممالک کو ایسی حرکات کرنے کی جرات نہ ہوتی اگر صرف یہ قانون پاس کیا جائے کہ ہمارے ملک میں کوئی بھی عورت خواہ اس خاتون کا کسی ملک سے تعلق ہو بغیر برقعہ کے داخل نہیں ہوسکتی اور اس قانون کی خلاف ورزی قابل تعزیر جرم تصور ہوگا۔ تو اس قانون کا اثر ضرور بالضرور ثابت ہوگا۔ اسی طرح اگر ہمارے دولت مند حکمران اپنی رقوم ان مغربی ممالک کے بینکوں سے نکالیں تو ان کی معیشت کا جنازہ نکل جائے گا۔ وہ خود گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ لیکن اس کے لئے ایمانی حرارت اور ملی حمیت کی ضرورت ہے جس گوہر یکتا سے ہمارے حکمران عاری ہیں۔ ہم اللہ کے حضور دست بدعا ہیں کہ اے اللہ تو ہی امت مرحوم پر رحم فرما' تو ہی اپنے دین مبین اور ناموس خاتم النبیین کی حفاظت فرما۔

اے خاصہء خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری اس وقت عجب آن پڑا ہے

جناب اجمل خٹک کا سانحہ ارتحال

گزشتہ دنوں ملک کے مشہور ادیب' دانشور' افسانہ نگار' شاعر اور قوم پرست سیاستدان جناب اجمل خٹک نے ۸۵ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور یوں آپ متنوع اور مختلف جہات پر محیط زندگی گزار کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آپ کا مولد و مدفن صوبہ سرحد کا تاریخی قصبہ اکوڑہ خٹک ہے۔

ابتدا اور بچپن ہی سے آپ کو تعلیم کے ساتھ شغف رہا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا اور ان کی طرف بھرپور توجہ دی۔ آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خطوط کے جوابات بھی لکھتے رہے اور بلاناغہ آپ کی صحبت میں شرکت کرتے۔ دارالعلوم حقانیہ کی سالانہ دستار بندی کے جلسوں میں نہ صرف شریک ہوجاتے بلکہ اسی دوران اجتماع میں مشاعرے کا اہتمام بھی ہوتا۔ جس میں علاقے کے مشہور اور معروف شعراء شرکت کرتے۔ اسی مشاعرے کے آپ روح رواں ہوتے۔ بنیادی طور پر تو آپ کا طبعی رجحان اسی تعلیم و تدریس کی طرف تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ سیاسیات میں بھی سرگرم رہے۔ چنانچہ اپنے نوجوانی کے دور ہی سے آپ باچا

خان کی تحریک خدائی خدمت گار سے وابستہ ہوئے۔ سیاست اور ادب آپ کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی تعداد تقریباً دو درجن ہے۔ اپنے مخصوص نظریات کی وجہ سے آپ کو پس دیوارزنداں بھی رہنا پڑا اور تقریباً ۱۶ سال تک افغانستان میں جلاوطنی کی زندگی گزاردی۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں نوشہرہ کے حلقہ سے عوامی نیشنل پارٹی A.N.P (اس وقت کی نیشنل عوامی پارٹی) کی طرف سے آپ کو امیدوار نامزد کیا گیا۔ جبکہ جمعیت نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کو اسی حلقہ سے انتخابات لڑنے کے لئے ٹکٹ دیا گیا۔ اور یوں یہ حلقہ ملک و بیرون ملک خصوصی اہمیت اختیار کر گیا۔ انتخاب کا نتیجہ حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے حق میں نکلا۔

طویل جلاوطنی گزارنے کے بعد جب آپ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو دارالعلوم کے ساتھ اپنا رشتہ استوار رکھا۔ مجلہ الحق کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے اور اس کے مقالات ومضامین کی تحسین کرتے' اگرچہ آپ کی صحت کمزور ہوچکی تھی اور بیمار رہتے لیکن جامعہ حقانیہ کی خصوصی تقریبات میں آپ تشریف لاتے اور گاہے بگاہے اپنے اشعار بھی سناتے۔ گزشتہ سات آٹھ سال سے وہ عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش ہوچکے تھے البتہ بیماری اور ضعف ونقاہت کی باوجود ادبی محافل میں حاضر ہوتے۔

آپ کی اس خوبی سے انکار کی گنجائش نہیں کہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود آپ نے اپنی محنت اور لگن سے اپنے لئے ملکی تاریخ میں بڑا نام پیدا کیا۔ گویا وہ سیلف میڈ انسان تھے۔

آپ نے مختلف عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود (کیونکہ ممبر قومی اسمبلی بھی منتخب ہوئے اور سینٹر بھی رہے' اسی طرح ۱۹۷۳ء میں سرحد کابینہ میں وزیر بھی رہے) پر تعیش زندگی گزارنے کا اہتمام نہیں کیا۔ اور نہ کوٹھیاں اور محلات تعمیر کروائے۔ اکوڑہ خٹک میں اپنے تین چار مرلہ کے سادہ سے گھر میں تادم واپسیں مقیم رہے۔ آپ کی ان خوبیوں کا اعتراف آپ کے ساتھ سیاسی مخالفت رکھنے والے بھی کرتے ہیں۔

بہرحال آپ کی وفات سے ایک عہد ایک تاریخ کا خاتمہ ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور اراکین مدرسہ واساتذہ کرام نے شرکت کی۔ ادارہ آپ کے پسماندگان کے ساتھ تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

قسط (۸) مرتب: مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی

استاذ جامعہ دار العلوم حقانیہ

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۵۳ء

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری میں معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزہ واقارب' اہل محلہ وگردوپیش اور ملکی وبین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال وواقعات درج فرماتے۔آپ کی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں .... (مرتب)

حرمین شریفین اوراس کے گردونواح کا جغرافیائی نقشہ تفسیر حقانی کے آئینہ میں

مکہ مکرمہ: دو پہاڑوں کے بیچ میں ایک مستطیل شہر آباد ہے جو مکہ کہلاتا ہے۔اس کا طول معلاۃ سے مسفلاۃ تک تقریباً دو میل ہے۔جنوب وشمال میں اواسفل' جیاد سے لے کر کوہ قیقان کی پشت تک عرض طول سے تخمیناً دو ثلث ہے۔شہر میں انگور' انار' کشمش' منقہ' کھجور وغیرہ میوہ بکثرت بکتا ہے۔اس شہر میں تخمیناً تین لاکھ افراد آباد ہیں۔

مسجد الحرام: یہ مسجد شہر کے تقریباً وسط میں واقع ہے اس کے بیچوں بیچ ایک مربع بڑی بلند عمارت ہے جس کو کعبہ کہتے ہیں۔یہ عمارت مسقف ہے' قد آدم کی بلندی پر اس کا ایک دروازہ مقام ابراہیم اور زمزم کے کنویں کی جانب ہے۔اس عمارت پر سیاہ ریشم کا بنا ہوا غلاف لپیٹا گیا ہے۔جس پر خط نسخ میں کلمہ شریف لکھا ہوا ہے۔کعبہ کا جو کونہ دروازے کے قریب ہے گز سوا گز کی بلندی پر اس میں ایک سیاہ پتھر جو عمدہ عقیق ہے اور یہ پتھر چاندی کے خول میں بندھا

ہوا ہے' جسے دیوار میں نصب کیا گیا ہے۔اسے حجر اسود کہتے ہیں۔خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے (کچھ فاصلے پر) ایک کنواں ہے جسے زم زم کہتے ہیں اور یہیں پر سقایۃ الحاج (سقایہ عباس) ہے۔دارالندوۃ جو جاہلیت میں قریش کی مجلس کا مکان تھا وہ آج کل حرم میں شامل ہو گیا ہے۔

صفاء ومروہ: جبل ابی قبیس کی مرتفع جگہ کا نام ہے۔اس کے مقابل میں مروہ ہے جو جبل قیقعان کے پتھر کا نام ہے۔ان کے بیچ شہر مکہ ہے۔اس میدان (مسعیٰ) میں آج کل بازار بھی ہے جس میں حاجی سعی کیا کرتے ہیں۔

منیٰ: مکہ سے عرفات کی جانب تین میل پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں بازار اور مکانات بھی ہیں۔ اس کے وسط میں مسجد خیف ہے۔یہاں چھوٹے چھوٹے تین مینار ہیں (جمرات) جن پر (حاجی) رَمی کرتے ہیں۔

عرفات: عرنہ سے لے کر بنی عامر کے باغ تک کے میدان کا نام ہے۔یہاں وہ مسجد ہے جہاں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر حجاج پڑھتے ہیں۔عرفات مکہ سے تخمیناً آٹھ یا نو میل پر ہے۔جو حرم مکہ میں داخل نہیں۔

جدہ: یہ مکہ سے مغربی جانب دو منزل پر سمندر کے کنارے ایک عمدہ شہر ہے۔چاروں طرف شہر پناہ ہے۔حجاز کی سب سے آباد بندرگاہ ہے۔اس جگہ کے غیر سلطنتوں کے کونسلر بھی رہا کرتے تھے۔

مدینہ منورہ: مکہ سے شمالی جانب دس منزل پر ایک شہر ہے اس کی آبادی شہر پناہ سے بھی باہر ہے۔اس کے اردگرد کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں جن کو حائط کہتے ہیں۔شہر کے وسط میں مسجد نبویؐ (حرم شریف) ہے۔یہ پرتکلف عمارت کروڑوں روپوں میں تیار ہوئی ہے۔حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں سب سے پہلے اسے پہلے وسعت دی۔خلفاء بنوامیہ نے ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) کے گھروں اور دیگر (صحابہ کے) گھروں کو بھی اس میں شامل کیا۔بقیہ الغرقد (جنت البقیع) شہر کے مشرقی جانب واقع ہے جس میں ممتاز صحابہؓ انصار ومہاجرین رضوان اللہ اجمعین اور اہل بیت کی قبور ہیں۔

تبوک: حجر اور شام کے بیچ میں ہے۔شمالی عرب میں اصحاب الایکہ یہیں رہتے تھے۔حضرت شعیبؑ ان کے ہاں رسول ہو کر آئے تھے۔ (۲۳ تا ۲۸ رستمبر)

وادی تیہ (بیابان قلزم) یہ بیابان قلزم سے شروع ہوتا ہے' قلزم کے دونوں شاخوں کے بیچ جو بیابان ہے کوہ طور اور سینا وہیں واقع ہے۔یہ بیابان آگے چل کر شام اور عرب کے رخ دور تک چلا گیا ہے۔اس میں عمالقہ اور دیگر قومیں آباد تھیں۔آج کل یہاں عرب بکثرت ہیں۔یہاں چالیس سال تک بنی اسرائیل مارے مارے پھرے ہیں۔ اس بیابان میں نہ تو کہیں پانی' نہ سایہ دار درخت ہے' کھجور کے درخت بھی بعض جگہوں پر نظر آتے ہیں۔ (۲۴ رستمبر)

ہند کی مقبولیت: اشتهر الهند بالحساب وعلم النجوم واسرار الطب والخراط والنجر والتصاوير والصناعات الكثيرة العجيبة (رسائل جاحظ ص ۷۳) (۱۰ رجولائی)

حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا نام: قال السهيلي واسم ام موسیٰ أيارخا وقيل اياذخت وعلى حاشية البداية والنهاية عن تفسير القرطبي عن الثعلبي لوخا بنت معاند بن لاوا بن يعقوب وفي بعض التفاسير اسمها (يوخانذ) (البداية والنهاية لابن كثير ج ا. ص ۲۳۹) (یکم جون)

سربراہان سلطنت اسلامیہ: مملکت عراق غازی الاول۔ مملکت نجد عبدالعزیز السعود۔ مملکت یمن المام یحییٰ حمید الدین۔ مملکت مصر جنرل نجیب۔ مملکت ترکی مصطفیٰ کمال پاشا۔ مملکت ایران رضا شاہ پہلوی۔ مملکت افغانستان محمد ظاہر شاہ۔ مملکت سوریا محمد علی بیگ بن احمد عزت العابد۔ شرق الاردن امیر عبداللہ بن حسین۔ مملکت البانیہ احمد ماتی روغو الاول بن جمال پاشاماتی۔ مملکت مغرب الاقصیٰ سلطان محمد بن یوسف۔ مملکت تیونس احمد بن علی بیگ الاول۔ مملکت حضرموت صالح بن غالب القعیطی۔ مملکت مسقط سعید بن تیمور ابوسعید۔ مملکت کویت شیخ احمد الجابر الصباح۔ مملکت بحرین شیخ حمد بن عیسیٰ الخلیفہ۔ ریاست بہاولپور حاجی محمد صادق خان۔ ریاست حیدر آباد دکن میر عثمان علی خان نظام دکن۔ مملکت پاکستان پہلا گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح' دوسرا گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین' تیسرا غلام احمد۔ پہلا وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان' دوسرا ناظم الدین خان اور تیسرا محمد علی خان (۱۴۔۱۵ نومبر)

مشہور شعراء اور انکی تصانیف:

مولانا ظفر علی خان (بہارستان' نگارستان' چمنستان)۔ سیماب اکبر آبادی (تقیر غم' سرود غم) حفیظ جالندھری (شاہنامہ اسلام' نغمہ زار' سوز وساز) اختر شیرانی (صبح بہار' نغمہ حرم) خواجہ دل محمد (گیتا' رباعیات دل) فراق گھور کھپوری (شعلہ یار) جوش ملیح آبادی (روح ادب' شعلہ ریشم' سیف وسبو) ماہر القادری (نکات ماہر' محورات ماہر) حاجی لق لق (لقلقہ' منقاد لق لق) حسرت موہانی (انتخاب حسرت) احمد ندیم قاسمی (دھڑکنیں) نفیس خلیلی (قوم' لالہ وگل' مشعل راہ' شب تاب)

ادبی شخصیات اور سن وجائے پیدائش:

مرزا محمد رفیع سودا ___ ۱۱۲۵ء دہلی ۔ میر تقی میر ___ ۔ مرزا اسد اللہ خان غالب ___ ۱۷۹۷ء آگرہ ۔ محمد حسین آزاد ___ ۱۸۳۷ء شمس العلماء الطاف حسین حالی ___ ۱۸۳۷ پانی پت۔ خان بہادر اکبر حسین الہ آبادی ___ ۱۸۴۶ء ڈاکٹر محمد اقبال ___ ۱۸۷۷ء سیالکوٹ۔ آغا محمد صدیق حسن ضیاء ___ ۱۹۱۱ء وزیر آباد۔

مشاہیر انشاء پرداز: راشد الخیری' میر امن دہلوی۔ مولانا نظیر احمد دہلوی۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار۔ سید سجاد حیدر' خواجہ حسن نظامی۔ مولوی عبدالحق۔ شیخ عبدالقادر۔ (۲۲۔۲۵ مئی)

مختصر حالات محمد علی جناح: ۲۵ر دسمبر ۱۸۷۶ کو کراچی میں پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کراچی اور بمبئی میں حاصل کی۔ ۱۸۹۶ء میں بیرسٹری کی تعلیم انگلینڈ میں حاصل کی۔ اور ہند کے مشہور قابل بیرسٹر سے پہچانے گئے۔ ۱۹۱۳ء

میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۲۲ء میں بمبئی میں مرکزی اسمبلی کے ممبر بنے۔ اور پھر گول میز کانفرنس میں مسلمانان ہند کی نمائندگی کی۔ ۱۹۳۴ء کو مسلم لیگ کے مستقل صدر بنے۔ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آپ کی صدارت قیام پاکستان کا مطالبہ ہوا۔ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کے بعد پہلے گورنر جنرل بنے۔ ۱۱؍ستمبر ۱۹۴۸ء شب دس بج کر ۲۵ منٹ پر حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال فرما گئے۔ (۵؍جون)

متنبی کے احوال: ولادت المتنبی ۳۳۳ھ . فی مکان من امکنت الکوفه یدعی کنده. اسمه و نسبه ابوطیب احمد بن الحسین بن الحسن بن عبدالصمد الجعفی الکندی الکوفی واشتهر بالمتنبی. کان المتنبی لما خرج الی کلب اقام فیهم وادعی انه علوی ثم ادعی النبوة ثم عادیدعی انه علوی الی ان اشهد علیه فی الشام بالتوبة والطلق . فمن فضائله الشجاعة وعظم الهمة والانفة والحمیة والثبت والنجدة والشهامة ومن رذائله الکبر والعجب والقحة والحقد. ومما یدلک علی تفوق شعره وعنایة القوم بشرح دیوانه انه قد وجداله نحو اربعین شروحاً و ترجم بعض شعره للافرنسیة و لاتینیة والتقده جماعة من کبار المستشرقین.

المتوفی مقتولاً ۲۸؍رمضان ۳۵۴ھ وقتل معه ابن محسّد و غلامه مفلح بالقرب من النعمانیه فی موضع یقال له الصافیه من الجانب الغربی من سواد بغداد. (۴؍جنوری)

انسانیت اور علم دشمن عناصر: کے صدر جو مسیحی دین کے حامل اور محبت وامن وامان کے علمبردار تھے نے اپنے 18 سالہ دور میں دس ہزار دو سو بیس آدمیوں کو زندہ جلایا اور اس کے علاوہ بہت سارے دیگر انسانوں کو بھیانک سزائیں دیں۔ 6860 قدیم علماء وحکماء کی مورتیاں بنا کر آگ میں بھسم کر کے علم دشمنی کی وجہ سے اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ یہ شخص بلکہ پورا کلیسا ابن رشد کا سخت ترین دشمن تھے۔ اس کی تصانیف پڑھنا کفر سمجھا جاتا اور اس کی تصویر دجال اور شیطان کے ساتھ ضرور بنائی جاتی نہ صرف یہ بلکہ اس تصویر میں دکھایا جاتا کہ ابن رشد چاروں شانے زمیں پر چت پڑے ہیں اور یہ اسکے سینے پر سوار ہے۔ بطلیموسی خاندان کے امراء جو بڑے علم دوست تھے انہوں نے پایہ تخت اسکندریہ میں ایک کتبخانہ قائم کیا جس میں سات لاکھ کتابیں تھیں۔ اس کتب خانے کی آدھی کتابیں جونسیس میزز نے جلائے۔ اور باقی کتابیں عیسائیوں نے برسراقتدار آ کر ضائع کیں جوان کے خیال میں کفر والحاد کے خزانے تھے۔ بعض دشمنان اسلام نے اس کتبخانے کی تباہی کا الزام حضرت عمرؓ پر لگایا حالانکہ اسلام سے قبل اسپین کے ایک مؤرخ اور ایک روسی نے 413ء میں افریقہ کی سیاحت کی تھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ ہم نے وہاں کتب خانہ تو دیکھا لیکن صرف الماریاں موجود تھیں جو سب کی سب خالی تھیں۔ کوئی ایک کتاب بھی نہ تھی۔ اسے چوبیس برس پہلے پادری تباہ کر چکے تھے۔ (العلم والعلماء مقدمۃ عبدالرزاق ملیح آبادی)

معمولات شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ :

۱۹۵۳ء کی اس ڈائری میں مختلف مقامات پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بعض روزمرہ معمولات بھی مندرج ہیں۔ یہ شیخ الحدیثؒ کی حیات کا ایک مستقل باب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے بھی محفوظ کر کے تاریخ میں رکھا جائے۔ ان معمولات سے آپ کی دینی و دعوتی اور معاشرتی واجتماعی زندگی کی جھلک اور زیادہ نمایاں ہوگی۔

۶رجنوری: آج شیخ الحدیث حضرت والد صاحب' جناب صدر صاحب مولانا عبدالغفور دامت برکاتہم' مولانا مفتی محمد یوسف صاحب اور احقر (مولانا سمیع الحق) اضاخیل بالا گاؤں جناب میاں مولوی رحیم اللہ صاحب کی شادی میں شرکت کیلئے گئے' جہاں رات شادی ... یب میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا' اگلے دن رات گزارنے کے بعد صبح واپسی ہوئی

۲۰رجنوری: شیخ الحدیثؒ 'جناب شاد محمد خان صاحب آف شیدو کے جنازے میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔

۶رفروری: والد صاحب نے نمازِ جمعہ سے قبل قرآن مجید کے موضوع پر تقریر کی۔

۶رمارچ : آج شام پولیس کے سربراہ اور اسسٹنٹ کمشنر و دیگر افسران والد صاحب سے موجودہ حالات پر تبادلہ خیال کرنے دارالعلوم حقانیہ آئے۔ (۱)

۶رمارچ : لاہور شہر کے سنگین حالات کے پیش نظر وہاں مارشل لاء کا نفاذ ہوا۔

۹رمارچ : والد صاحب دریا پار علاقہ بانڈہ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں گئے۔

۳راپریل : والد صاحب نے جمعہ میں اصحاب الاخدود کے موضوع پر نہایت دردانگیز تقریر کی۔

۸راپریل : حضرت والد صاحب دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ کے شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔

۱۰راپریل: والد ماجد اسلامیہ کالج پشاور تشریف لے گئے۔

۱۹راپریل: حضرت والد ماجد کے زیر درس بخاری شریف ختم ہوئی۔

۱۵رمئی : آج یکم رمضان المبارک شروع ہوا۔ نماز جمعہ سے قبل والد صاحب نے روزہ کی فضیلت پر تقریر کی۔ مسجد میں ختم قرآن کا تراویح میں آغاز ہوا۔

۹رجولائی : والد صاحب اٹک وعظ و تبلیغ کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔

۱۱رجولائی : حضرت قبلہ والد ماجد جمعیت علماء اسلام کے اجلاس میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لے گئے اور ۱۵رجولائی کو واپسی ہوئی۔

---

(۱) تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی غالباً اسی سلسلے میں یہ ملاقات کی گئی۔

۱۸/جولائی: والد ماجد کا تورڈھیر اور جہانگیرہ کا سفر ہوا۔ ۱۹/اگست: والد صاحب شیدو گئے۔

۲۴/اگست: جناب شیخ عبدالکریم مرحوم (۱) مالک نیو پنجاب سوپ فیکٹری سرگودھا جو ۲۱ اگست کو انتقال کر گئے تھے کی وفات پر تعزیت کیلئے والد صاحب سرگودھا تشریف لے گئے۔ ۲۶ اگست کو واپسی ہوئی۔

۲۴/ستمبر: والد صاحب دارالعلوم اسلامیہ شیرگڑھ کی سالانہ اجلاس میں شرکت کرنے شیرگڑھ مردان تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر احقر بھی ساتھ تھا۔ شیرگڑھ سے واپسی پر داروغہ کلے جانا ہوا جہاں ایک نہایت متقی پرہیزگار بزرگ فقیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی۔ موصوف ظاہری و باطنی امراض کے ڈاکٹر ہیں عمر ۱۳۰ برس سے زائد ہے۔ اسی سال ذی الحجہ میں آپکا اکلوتا فرزند پیدا ہوا ہے۔

۱۸/ستمبر: شیخ الحدیث والد صاحب کا سیرت النبی ﷺ کے جلسے میں شرکت کیلئے پشاور جانا ہوا۔ اگلے دن واپسی ہوئی

۲۵/ستمبر: والد صاحب نماز جمعہ میں خطاب کیلئے لوند خوڑ گئے۔

یکم/اکتوبر: ہری چند کے مولانا عبدالحلیم کی والدہ انتقال پر جنازے کیلئے والد صاحب تشریف لے گئے۔

[illegible]/اکتوبر: بنوں کے [illegible] کے سالانہ اجلاس میں شرکت کیلئے والد صاحب نے بنوں کا سفر اختیار کیا۔ اگلے روز اتوار کو مفصل خطاب بھی ہوا۔

۱۳/اکتوبر: والد صاحب کا زڑہ میانہ دریا پار کے علاقے میں تبلیغی سلسلے میں جانا ہوا۔

۶/نومبر: حضرت والد صاحب اور استاذنا صدر صاحب و حضرت مفتی صاحب و حضرت مولانا عبدالغنی صاحب موسیٰ زئی چھچھ کو مولانا عبدالحنان کی شادی کی تقریب کیلئے شرکت کیلئے گئے۔

۱۲/نومبر: والد ماجد دارالعلوم رستم کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے گئے۔

[illegible]/نومبر: والد ماجد مردان میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لے گئے' جہاں قلات کے وزیر معارف مولانا شمس الحق افغانی نے بھی جلسہ میں خطاب کیا۔

۹/نومبر: سیرت النبیؐ کے حوالے سے اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں سینکڑوں افراد پر مشتمل ایک بڑے مجمع سے والد صاحب نے خطاب فرمایا۔ ۲۰/نومبر: جامع مسجد نوشہرہ صدر میں سیرت النبیؐ کے بارے میں منعقدہ جلسے سے خطاب کیلئے والد صاحب نوشہرہ گئے۔ نماز جمعہ بھی اسی مسجد میں آپ نے پڑھائی۔

۲۲/نومبر: میاں عبدالرشید کی شادی میں تورڈھیر میں ایک جلسے کا انعقاد ہوا جس میں والد صاحب نے خطاب کیلئے شرکت فرمائی۔

---

(۱) مرحوم دارالعلوم کے ابتدائی متعلقین میں سے تھے۔

۲۴رنومبر: رسالپور چھاؤنی میں سیرت النبیؐ کے متعلق منعقدہ جلسے میں شرکت اور والد صاحب کا زرین خطاب۔

۳ردسمبر: والد ماجد مولانا قائم شاہ کی شادی کی دعوت میں یار حسین صوابی تشریف لے گئے۔

۱۲ردسمبر: دارالعلوم امداد الاسلام کے افتتاحی جلسے میں شرکت کے لئے والد صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے۔

احوال وکوائف جامعہ دارالعلوم حقانیہ:

اس عنوان کے تحت دارالعلوم حقانیہ میں مختلف مہمانوں کی آمد اور دارالعلوم سے متعلقہ دیگر واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

۳رجنوری: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ دارالعلوم حقانیہ میں منعقد ہوا جس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب نے ان کی یاد میں دل سوز ارشادات بیان فرمائے۔ابتداء میں مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ختمات قرآن بھی کئے گئے۔

۸رجنوری: آج اسسٹنٹ ڈائریکٹر (تعلیم) دارالعلوم حقانیہ دیکھنے آئے۔ ۹رجنوری: حاجی فریدالدین صاحب پسر حاجی خان بہادر وجیہہ الدین صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور مدرسہ کا معائنہ کیا۔

۱۷رجنوری: دارالعلوم حقانیہ میں مولانا غلام غوث ہزاروی پر حکومتی پابندیاں کو ختم کرنے کیلئے ایک جلسہ منعقد ہوا۔

۱۷رجنوری: دارالعلوم کا ششماہی امتحان آج شروع ہوا جو کہ ۲۱رجنوری کو اختتام پذیر ہوگا۔

۲۲رجنوری: دارالعلوم کے تاسیسی رکن جناب شیر افضل صاحب کی دارالعلوم آمد ہوئی۔

۳۱رجنوری: آج دارالعلوم کے رکن حاجی غلام محمد زرگر کی چھوٹی بچی کی وفات ہوئی۔ ۲رمارچ: دارالعلوم حقانیہ کے مبلغین کا تحریک ختم نبوت اور علمائے کرام کی گرفتاری کے حوالے سے صوبہ سرحد کا دورہ ہوا۔

۱۸رمارچ: دارالعلوم کے ممبران صاحبان (۱) کا ماہوار اجلاس آج منعقد ہوا۔

۲۰رمارچ: مولانا ایوب جان بنوری صاحب پشاور سے والد صاحب کی ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔

۳۰رمارچ: دارالعلوم حقانیہ میں مسلمانوں کی ترقی وکامیابی اور ظالموں وشریروں کی تباہی کیلئے ختم بخاری شریف ہوا۔

۳راپریل: کوکا مولوی صاحب دارالعلوم حقانیہ دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔

۱۱راپریل: دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ تقریری امتحانات شروع ہوئے' جو پیر ۱۳راپریل تک جاری رہیں گے

۱۸راپریل: دارالعلوم کے تحریری امتحانات کا آغاز۔اس موقع پر علماء اور دیگر زعمائے علاقہ نے امتحانات کا معائنہ بھی کیا

---

(۱) حاجی یوسف صاحبؒ۔ حافظ سید نور بادشاہ صاحبؒ۔ حاجی غلام محمد صاحبؒ۔ ملک امر الٰہی صاحبؒ مراد ہیں۔ان حضرات نے قابل تقلید جانفشانی محنت لگن اور عرقریزی سے مدرسہ کی تعمیر وترقی میں عظیم خدمات انجام دیں۔

۱۹ راپریل: والد صاحب کے زیر درس بخاری شریف کا ختم ہوئی

۲۵ راپریل: دارالعلوم حقانیہ کے امتحانات کی تکمیل کے بعد سالانہ تعطیلات ہوئیں' طلباء اوراساتذہ وطن واپس لوٹ گئے

۳۰ رجون : مسجد دارالعلوم حقانیہ (قدیم واقع محلہ ککےزئی) میں چارعدد کراؤن پنکھے اور دوعدد لاہوری پنکھے نصب کیئے گئے۔

بدھ یکم جولائی بمطابق ۱۸رشوال ۱۳۷۲ھ : دارالعلوم کا افتتاحی سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔آغاز میں ۳۰۰ طلباء کے علاوہ اساتذہ وکارکنان مدرسہ نے ختمات قرآن کیئے بعدازاں دورہ حدیث کے اسباق کا افتتاح والد صاحب نے ترمذی شریف کے درس سے فرمایا۔ افتتاح کے بعد والد صاحب نے اور صدر صاحب حضرت مولانا عبدالغفور نے طلباء کو نصیحت آموز خطاب فرمایااور ہدایات دیئے۔تقریب میں ۴۰۰ افراد نے شرکت کی۔دوپہر ایک بجے یہ تقریب ختم ہوئی

۱۳ رجولائی : جناب حاجی عطاء محمد خان صاحب شیدو دارالعلوم حقانیہ دیکھنے آئے۔

۲۴ راگست: دارالعلوم حقانیہ کے استاد حضرت علامہ مولانا عبدالغنی دیروی مدظلہ کی اہلیہ محترمہ انتقال فرماگئی۔

۳۰ راگست: حضرت العلامہ مولانا عبدالحق عرف نافع گل میاں صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے والد صاحب سے ملاقات اوردارالعلوم کے معائنے کے بعد عصر تک ٹھہرے رہے۔ ۶ رتمبر : دارالعلوم حقانیہ کی نئی زمین برلب جی ٹی روڈ کی احاطہ بندی کا افتتاح ہوا۔علماء وطلباء اوراراکین مدرسہ نے بہ نفس نفیس دارالعلوم کی بنیادوں کے لئے پتھر اپنے سروں پر اٹھا کرلائے۔ ۷رتمبر: مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہروی خلیفہ حضرت تھانویؒ اور مولانا مجاہد خان صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔

۱۱رتمبر: حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب آف چھچھ بعدازظہر تشریف لائے مدرسے اور کتب خانے کا معائنہ فرمایا۔ ۱۰ اراکتوبر: دارالعلوم میں جمعیۃ طلباء کے زیر انتظام مسجدِ قدیم کے دوکانوں میں دارالمطالعہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۰ اراکتوبر: دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہوا۔

۱۰ اراکتوبر: دارالعلوم میں مولانا عبدالغفور صاحب کی زیرصدارت ملک میں قانون اسلامی کے نفاذ کیلئے جلسہ کا انعقاد ہوا

۵رنومبر: دارالعلوم دیوبند ہندوستان کے رکن حضرت حاجی رشید احمد مرحوم کے فرزند محترم ڈھاکہ مشرقی پاکستان سے دارالعلوم حقانیہ کے معائنہ کیلئے تشریف لائے۔ ۸رنومبر : حضرت مولانا عبدالحنان ہزاروی صاحب اور حضرت مولانا قاری امین صاحب راولپنڈی سے دارالعلوم تشریف لائے۔مدرسہ میں رات ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا۔جس میں ان حضرات نے طلباء اوراہلیان اکوڑہ کواپنی تقاریر سے نوازا۔موصوفین حضرات کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت بھی کی گئی جس میں جامعہ اسلامیہ کے صدر مدرس شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔

۱۹رنومبر: حاجی عبدالعزیز اور مولانا مصلح الدین صاحب حقانی صاحب دارالعلوم کی اراضی کا معائنہ کرنے کیلئے اکوڑہ خٹک آئے

۳۰ رنومبر: دارالعلوم حقانیہ میں علامہ سید سلیمان ندوی کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔والد ماجد نے مختصر تعزیتی

خطاب فرمایا۔ مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن اور دعائے مغفرت کی گئی۔

۷ر دسمبر: آج دارالعلوم حقانیہ میں جنوبی جانب (۱) کنویں کی کھدائی شروع ہوئی' پہلی کھدال برادرم اظہار الحق نے ماری۔

۲۸ر دسمبر: حضرت مولانا میاں عبدالقدیر صاحب تورڈھیری حالاً مقیم پہلی بیت ہند دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔

خاندانی واقعات:

اس عنوان کے تحت خاندان کے جزوی واقعات جیسے تولد' نکاح' وفات وغیرہ درج کئے جاتے ہیں۔

۷ر فروری: آج ۷۔۸ فروری کی درمیانی شب چچا محترم جناب نور الحق صاحب کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ جس کا نام احتشام الحق رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ برادرم کو عمر نوح عطا فرمائے اور عالم باعمل بنائے۔

۱۸ر فروری: برادرم محمود الحق کے آٹھویں جماعت کا سالانہ امتحان شروع ہوا۔

۲۵ر فروری: قاضی عبدالودود جہانگیروی' قاتلِ قاضی ضیاء الرحمٰن شہید (۲) پشاور شہر میں پھانسی کئے گئے جن کو بعد میں اکوڑہ خٹک میں دفن کیا گیا۔

۱۰ر مارچ: آج صبح عربی کلے مضافات مردان میں حضرت عمر صاحب (۳) کے ہاں بچے کا تولد ہوا جسکا نام اسرار اللہ رکھا گیا۔

یکم راپریل: برادرم انوار الحق جماعت ششم اور برادرم اظہار الحق جماعت سوئم میں کامیاب ہوئے

۷ر اپریل: عبدالحمید ماموں شیدو کے ہاں لڑکے کی ولادت ہوئی۔

۲۶ر اپریل: بیوۂ قاضی ضیاء الرحمٰن شہید مرتب مضمون کی نانی کا عقد ثانی شہید کے بھائی قاضی عطاء الرحمٰن سے ہوا۔

یکم مئی: والدہ صاحبہ' اہلیہ شیخ الحدیثؒ پشاور میں زیر علاج رہ کر صحتیابی پر واپس ہوئیں۔

۷ر مئی: جناب سیف الرحمٰن صاحب بن عبدالرحمٰن صاحب (۴) (چچازاد والد صاحب) کی شادی ہوئی۔

۲ر جولائی: حضرت العلامہ مولانا عبدالغفور سواتی سے احقر (سمیع الحق) نے حفظ قرآن کی ابتداء کی۔

---

(۱) یہ جگہ اب احاطہ محمودیہ اور حقانیہ ہائی سکول کے عقبی گیٹ کی جانب واقع ہے۔ اس کنوئیں پر اب ٹیوب ویل نصب کیا گیا ہے۔

(۲) موصوف شیخ الحدیثؒ کے ہم زلف قاضی عزیز الرحمٰن جہانگیرویؒ کے بیٹے اور دارالعلوم حقانیہ کے فاضل تھے' جو احقر (عرفان الحق) کے نانا تھے۔ جنہیں جوانسالی میں شادی کے چالیسویں روز قتل کیا گیا (۳) شیخ الحدیثؒ کے خالہ زاد بھائی تھے

(۴) شیخ الحدیثؒ کے چچا تھے۔

۲۸رستمبر : جناب غنی گل صاحب کے بیٹوں محمد گل اور باچا گل [۱] کا ختنہ نہایت دھوم دھام سے کیا گیا۔

۱۷راکتوبر : گودام کے راستے میں کمروں کی تعمیر شروع ہوئی۔

۲۱رنومبر: صبح نو بجے ہمشیرہ محترمہ کی ولادت ہوئی۔

علاقائی' ملکی و عالمی واقعات:

ملکی اور بین الاقوامی چیدہ چیدہ وقوع پذیر احوال و واقعات نذر قارئین ہیں۔

۲۸رفروری ۵۳ء : امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی گرفتاری عمل میں آئی۔

یکم مارچ : لاہور میں قادیانیوں کے خلاف عوامی سطح پر بڑے مظاہرے شروع ہوئے۔

یکم مارچ : شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری گرفتار کیے گئے جبکہ لاہور میں قادیانیوں کے خلاف عظیم مظاہروں کا آغاز ہوا۔

۲رمارچ : الحاج محمد امین ترنگزئی گجرات اسٹیشن پر گرفتار ہوئے۔

۴رمارچ: لاہور میں مظاہرین نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو گولی سے مار کر ہلاک کردیا' جبکہ دوسری طرف سیالکوٹ میں مظاہرین پر گولیاں چلائی گئیں جسمیں چار افراد شہید اور تیس زخمی ہوئے۔ تحریک ختم نبوت کے پیش نظر فیصل آباد' پنڈی اور ملتان میں مکمل شٹر ڈاؤن اور ہڑتال رہی۔

۵رمارچ : حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی کی گرفتاری عمل میں آئی۔

۵رمارچ : خدا کے منکر روس کے وزیر اعظم مارشل اسٹالن علالت کے بعد دار فانی سے خالی ہاتھوں رحلت کر گئے اور خدا کے دربار میں پیش ہوئے۔

۲۴رمارچ : وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز دولتانہ اپنی کابینہ سمیت مستعفی ہوگئے۔ مسلم لیگ نے ملک فیروز خان کو اپنا نیا لیڈر منتخب کیا۔

یکم اپریل: چودھری خلیق الزمان مشرقی پاکستان کے نئے گورنر منتخب ہوئے۔

۲راپریل ۵۳ء : جناب اجمل خٹک اکوڑوی کو پشاور شہر میں گرفتار کیا گیا۔

۱۷راپریل: خواجہ ناظم الدین وزارت عظمیٰ کے عہدے سے برطرف کئے گئے۔ خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ سرحد کو مرکزی کابینہ میں منتخب کیا گیا۔ یکم مئی: یکم اور دو مئی کی درمیانی شب شدید زلزلہ آیا۔

۳رمئی: جناب عبداللہ صاحب عرف باجوڑ استاد [۲] کی لڑکی کی پیدائش ہوئی۔

۹رمئی: حضرت پیر سید مہربان علی شاہ عرف باباجی کا عرس اکوڑہ خٹک میں منعقد ہوا۔ آغاز سہ پہر تین بجے ظہر کو

---

(۱) شیخ الحدیثؒ کے بھانجے ہیں۔ (۲) موصوف انتہائی دیندار' متواضع شخصیت کے حامل شیخ الحدیثؒ کے خصوصی رفقاء میں سے تھے جو مسجد میں اذان و اقامت کی خدمت بھی بجالاتے تھے۔

ہوا۔ پہلے مجلس مشاعرہ منعقد ہوا۔ دوسری نشست بعد از عشاء زیر صدارت خواجہ نظام الدین تونسوی منعقد ہوا۔ قاری عبدالرحمن صاحب آف راولپنڈی کی تلاوت کلام پاک سے آغاز ہوا بعد ازاں ۲۵ فضلاء دینیات میں سندات تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا باچا گل صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ نے جامعہ کی روئیداد سنائی۔ پھر مولانا محمد ادریس طوروی نے تقریر کی۔ صبح پانچ بجے عرس اختتام پذیر ہوا۔

۲رجون: ملکہ برطانیہ الزبتھ کی تاج پوشی لندن میں عمل میں آئی۔ پاکستان میں تاج پوشی کے حوالے سے تعطیل رہی۔

۲رجون: دولت مشترکہ کی لندن میں کانفرنس اور وزراء کی شرکت۔

۶رجون: پاکستانی وزیراعظم محمد علی اور ہند کے وزیراعظم جواہر لعل نہرو کی دوسری ملاقات ہوئی۔

۲۹رجون: پاکستانی لڑاکا طیارہ گر کر تباہ ہوا۔ ۶رجولائی: گزشتہ دو دنوں سے گرمی کی شدت سے اکوڑہ میں ۱۵ اموات ہوئیں۔ ۲۵رجولائی: بھارت کے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو پاکستان کے دورے پر کراچی آئے۔ امید ہے اس طرح پاک و ہند کے درمیان آمد و رفت کا راستہ کھل جائے گا۔

۲۰راگست یوم عرفہ ۱۳۷۲ھ: مکہ مکرمہ عرفات کے میدان میں حج کیلئے ایک لاکھ فرزندان توحید کا اجتماع ہوا۔

۲۰راگست: اجمل خٹک اکوڑوی بیس ہزار کی ضمانت پر رہا ہوئے۔ ۳۰راگست: پیر صاحب مانکی شریف (جناح عوامی لیگ) بھاری اکثریت سے سرحد اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۶رستمبر: مصر میں انقلابی عدالت کی تشکیل کی گئی۔ ۹رنومبر: سلطان عبدالعزیز بن سعود جو نجد و حجاز کے شاہ تھے اس عالم جاودانی سے رحلت کر گئے۔ ریاض میں شاہی مقبرے میں ان کی تدفین ہوئی۔ موصوف کی جگہ ان کے فرزند تخت نشین ہوئے۔

۹رنومبر: سردار عبدالرشید وزیراعلیٰ سرحد مسلم لیگ کے صوبائی صدر منتخب ہوئے۔ ۹رنومبر: اکوڑہ خٹک کے معروف عالم دین مولانا محمود استاذ کی والدہ کا انتقال ہوا۔ ۹رنومبر: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اہلیہ کبریٰؒ کا آج انتقال ہو گیا۔ ۵ردسمبر: ایران اور برطانیہ کے سفارتی تعلقات آج سے بحال ہو گئے۔

۶ردسمبر: امریکہ کے نائب صدر پاکستان کے دورہ پر کراچی پہنچے۔ ۸ردسمبر: شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی کو آج رہا کر دیا گیا۔ ۸ردسمبر: برمودا میں تین بڑے ممالک کا اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس میں مسٹر جوزف رائنل فرانسیسی وزیراعظم مسٹر چرچل وزیراعظم برطانیہ صدر ہاور نے شرکت کی۔

۸ردسمبر: دریائے سندھ اور کابل کے سنگم جزیرہ کنڈ میں تفریحی پارک تعمیر کرنے کا منصوبہ صوبائی حکومت نے بنایا۔

۸ردسمبر: مسٹر نکسن نائب صدر امریکہ نے ریڈیو پاکستان پر اپنی نشری تقریر میں کہا کہ ہم ہر مرحلہ پر پاکستان کے دوست رہیں گے۔

۱۱ردسمبر: نائب صدر ریاستہائے متحدہ امریکہ مسٹر نکسن تہران میں مظاہرے ہوئے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اخلاق حسنہ اور ہمارا کردار

(۲)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعدفاعوذبالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض واذاخاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (سورة الفرقان) ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب بات کرنے لگیں ان سے ناسمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔

عن عائشہؓ قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان المؤمن لیدرک بحسن خُلقِه درجة الصائم القائم(رواه ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ مومن اپنے بہترین اخلاق کیوجہ سے (دن کو) روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے مقام کو پالیتا ہے۔

اخلاق حسنہ کی تعلیم:

محترم سامعین ہر عمل کی بنیاد اخلاق ہوتے ہیں۔ جیسے اندرونی مادہ میں اخلاق ہونگیں۔ ظاہری عمل انہی اخلاق کے مطابق ہونگے اگر بنیاد یعنی اخلاق پاکیزہ ہوں تو جن اعمال کا اظہار ہوگا وہ بھی پاکی اور صفائی کی صفت سے مالا مال ہونگیں۔ حضور اکرم ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو مخاطبین کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق کو صحیح سمت پر آمادہ کرنے کے لئے دن رات مساعی فرماتے۔ سب سے پہلے خود عمل فرما کر جہلائے عرب کیلئے اعلیٰ ترین ماڈل بن گئے پھر زبان سے جس حکم کا اظہار فرماتے اور جیسے عمل کرتے دیکھنے والوں نے اسی فعل وقول اور اخلاق حسنہ کو اپنے لئے مشغل راہ بنایا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کا خلق عظیم:

آنحضرت ﷺ کے حکیمانہ اور مشفقانہ تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کا پختہ عقیدہ بن گیا کہ جیسے اخلاق ہونگیں اسی کے مطابق اعمال ہونگیں۔ کفر و گمراہی کے دور میں اخلاق برے تھے تو اعمال بھی گناہوں سے بھرپور۔ رحمۃ دوعالم نے

نہ صرف نبوت کے منصب سنبھالنے سے پہلے بلکہ مبعوث ہونے کے بعد اخلاق درست فرمائے تو اعمال بھی نہ صرف ان کیلئے بلکہ پورے امت کیلئے راہنما اصول کی حیثیت اختیار کر گئے۔ اکثر آپ کے سامنے علماء وخطباء ''اخلاق محمدی ﷺ'' کے موضوع پر مختلف جہات سے وعظ فرماتے رہتے ہیں غرض یہ ہوتا ہے کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ سرکار دو عالم ﷺ کس خلق عظیم کا مظاہرہ اپنوں اور غیروں سے فرمایا کرتے تھے اسی کو اپنا کر موجودہ مشکلات تفرقہ بازی اور لامتناہی آفتوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اخلاق تک پہنچانے والا سیدھا راستہ وہی ہے جس پر محمد عربی ﷺ نے چل کر امت کیلئے اخلاق ربانی واعمال صالحہ کے ایسے مثال قائم کیے جن کا نظیر رہتی دنیا تک ملنا ناممکن ہے۔

متانت واعتدال: مسلمان کی اس ایک ہی صفت جس کا ذکر ابتدائی تلاوت کردہ آیت کریمہ میں کیا گیا کہ رحمان کے برگزیدہ بندے وہ ہیں کہ ان کے چال ڈھال میں عجز وانکساری متانت اور بے تکلفی موجود ہو۔ قارون کی طرح اکڑ کر تکبرانہ انداز سے روئے زمین پر نہیں چلتے جیسے کہ آج کل اہل ثروت اور نشۂ عہدہ واقتدار میں مست لوگوں کا وطیرہ ہے اور اگر کہیں جہلاء سے واسطہ پڑ جائے تو ان کے عامیانہ اور جاہلانہ قول وفعل کا جواب جاہلانہ انداز میں دینے کے بجائے نرم الفاظ میں دے کر ایسے لوگوں کے ملنے ہی سے احتراز کرتے۔ اسی اعلیٰ ترین خصوصیت کا ذکر حضور ﷺ کے گفتار وکردار میں کثرت سے موجود ہے۔ سینہ نکال کر متکبرین کی طرح چلنے کے بجائے جھک کر عاجزانہ شکل میں زمین پر گامزن رہتے۔ حضرت علی کرم اللہ حضور ﷺ کے شکل وصورت اور ساخت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اذامشی تکفا تکفؤا کا نما ینحط من صبب الخ ترجمہ: جب امام الانبیاء ﷺ راستہ پر چلتے آگے کو جھک کر رفتار کا سلسلہ جاری رکھتے۔ تشریح کرنے والوں نے لفظ تکفؤ کے کئی معنی ذکر کیے جن میں ایک مفہوم یہی بھی ہے اگرچہ آنحضرت ﷺ اخلاق حسنہ کے ایسے جامع تھے جن پر تمام معنوں اطلاق ہوتا ہے۔ سینہ تان کر زمین پر چلنا ان کے انکساری اور تواضع کے خلاف ہیئت تھی جس پر کبھی بھی عمل پیرا نہ رہے۔ اگر آج ایک شخص سینہ نکال کر شیطانی تکبر کا راستہ اختیار کرے تو مالک الملک جل جلالہ کے فرمان کے مطابق اس کا سر آسمان تک پہونچ سکتا ہے اور نہ زمین کو چیر سکتا ہے انجام کار ذلت اور رسوائی حاصل کر کے قارون کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ جو اس جاہلانہ انداز کیوجہ سے خود اور اپنے مال سمیت زمین میں دھنس کر اونچا جانے کے بجائے مسلسل زمین کے اندر پہنچنے کے جانب رواں دواں ہے۔ اگر اخلاق متکبرانہ ہوں اور ہماری تمنا جنت کا حصول ہو تو کانٹے بو کر اس سے پھل اور میوہ جات حاصل کرنے کی توقع رکھنا حماقت ہی ہے۔

عاجزانہ افتادِ طبع اور گھر کا کام کاج: ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لایدخل النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل ایمان ولایدخل الجنۃ احد فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر (رواہ مسلم) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ سے روایت

کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان کے ثمرات موجود ہوں (ہمیشہ کیلئے) جہنم میں داخل نہ ہوگا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو (جب تک تکبر سے پاک وصاف نہ ہو) جنت میں داخل نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کا مرتبہ ومقام مخلوقات میں سب سے اعلی وبرتر ہے مگر اتراہٹ اور بڑائی سے اتنے دور رہے کہ گھر کے کام کاج اپنے مبارک ہاتھوں سے کرتے روایت ہے۔ **وعن الاسودؓ قال سالت عائشةؓ ماکان النبی ﷺ یصنع فی بیته قالت کان یکون فی محنة اهله تعنی خدمه اهله فاذاحضرت الصلوة خرج الی الصلوة(رواه البخاری)** ترجمہ: حضرت اسود نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے توانہوں نے فرمایا حضور ﷺ اپنے گھر میں گھریلو امور کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوجاتا سب کام کاج چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لیجاتے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو آج اپنے قائد اور مرشد اعظم ﷺ کے اس سنت پر عمل کرکے ان کے اخلاق مبارکہ کا خواہاں ہو۔ اکثر اپنے آپ کو غیرتمند اور بارعب ظاہر کرنے گھریلو کاموں میں اہل وعیال کا ہاتھ بٹانا جاہلانہ اور غیر شرعی غیرت اور مردانگی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جوکہ خالصۃً دینی تعلیمات سے غفلت اور ناسمجھی ہی کا نتیجہ ہے جسے بے غیرتی اسلام میں سمجھنا چاہیئے آج کے رسم ورواج میں اسے غیرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جہاں غیرت کا موقع ہوا سے بے غیرتی سے تعبیر کرکے باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔

تہذیب واخلاق کی ایک عمدہ مثال: اللہ ورسول کے دشمن پیغمبر کے خلاف جس طرح گندی زبان استعمال کرتے حضور ﷺ بطور بدلہ وہ نامناسب لفظ بھی زبان پر نہ لاتے تاکہ اس غیر اخلاقی گفتگو میں ان کے ساتھ مشارکت نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ **وعن عائشہؓ قال استاذن رهط من الیهود علی النبی ﷺ فقالو اسّام علیکم فقلت بل علیکم السّام واللعنة فقال یاعائشه ان الله رفیق یحب الرفق فی الامر کله قلت اولم تسمع ماقالواقال قدقلت علیکم الخ(رواه البخاری ومسلم)** (ترجمہ) حضرت عائشہ روایت کررہی ہیں کہ ایک دفعہ یہودیوں کے ایک وفد نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی (اجازت دی گئی) جب حاضر ہوے (تو السلام علیکم کی جگہ اسام علیکم کہا جس کے معنی ہیں کہ تمہیں موت آئے) تو میں نے یعنی عائشہ نے کہا بلکہ تم کو موت اور لعنت آئے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ رب العالمین محبت ونرمی کرنے والا اور ہر کام میں محبت ونرمی چاہتا ہے۔ میں (عائشہ) نے کہا آپ نے سنا نہیں انہوں نے سلام کی بجائے موت کی بددعا دی امام الانبیا ﷺ نے فرمایا میں نے ان کی بات سنی اور (ان کے جواب میں کہا) وعلیکم یعنی تم پر یہی بددعا صادق آئے اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا تم بے ہودہ، قابل مذمت باتیں کرنے والی مت بنو کیونکہ اللہ تعالی غیر مہذب اور اخلاق سے عاری باتوں کو پسند نہیں فرماتے۔

نبوی حلم و درگذر: محترم حضرات دیکھئے ایک طرف اسلام دشمن افراد جو گالم گلوچ اور غیر شائستہ افعال و اقوال، ہتک و توہین پر مشتمل سلوک اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔ دوسرے جانب سراپائے رحمت محمد ﷺ ہیں کہ کسی موقع پر بھی طیش میں آ کر بدکلامی کرنے والے کے طرح غیر اخلاقی زبان درازی نہیں کرتے بلکہ ایسے غضب ناک موقع پر بھی حلم، بردباری اور بہترین اخلاق کا مظاہرہ کر کے امت کیلئے اسی قسم کے اخلاق اپنانے کی راہنمائی فرمائی۔ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بات آنحضرت ﷺ کو پسند نہ آتی اس سے تغافل فرما کر ٹال دیتے۔ اسی حلم، درگزر، خوش خلقی اور چشم پوشی کا نتیجہ تھا کہ سخت اور مشدد مخالفین جو بارگاہ رسالت کی تعظیم اور ادب کو ملحوظ خاطر رکھنے کے قطعی روادار نہ تھے۔ حضور ﷺ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہونے کے شرف سے مالا مال ہوئے۔

پرندوں پر شفقت: نرم خوئی اور رفق تو ان کی ایسی صفت تھی جو صرف انسانوں تک محدود نہ تھی بلکہ پرندے، چرندے بھی ان اوصاف سے فیض یاب ہوتے۔ روایات میں ہے کہ ایک شخص نے ایک چڑیا کے گھونسلے سے انڈے اٹھالئے چڑیا حضور ﷺ کے سامنے اپنے طریقے کے مطابق فریاد کرنے لگی۔ آنحضرت ﷺ نے انڈے اٹھانے والے صحابی کو بلا کر گھونسلے میں واپس رکھنے کا حکم دیا۔ انڈے رکھتے ہی چڑیا کو سکون مل کر واپس ہوئی۔ بداخلاقی کے جواب میں خوش اخلاقی سے پیش آنا آپ ﷺ کے کمال ضبط و تحمل کی دلیل ہے۔

گلے میں پھندا ڈالنے والے کو بھی نواز دیا: حضرت انسؓ حلیم نبوی کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ کے مبارک جسم پر یمن کے نجران شہر کی بنی ہوئی چادر تھی، جسکے کنارے موٹے اور سخت تھے۔ ایک دیہاتی نے آ کر حضور ﷺ کے چادر کو پکڑ کر زوردار طریقے سے کھینچا۔ آنحضرت ﷺ کھچ کر اس کے سینہ سے لگ گئے۔ حضرت کہتے ہیں کہ اتنے زور سے دیہاتی نے چادر کھینچا کہ چادر کے سخت حاشیے حضور ﷺ کے گردن مبارک سے اس سختی اور رگڑ سے زخمی ہونے کے قریب ہو کر گردن پر چادر کے کناروں کے نشان پڑ گئے پھر شان نبوت کا ادب اور رعایت کئے بغیر وہ دیہاتی کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اسمیں سے کچھ مجھ کو دیدو۔ شفیع المذنبین ﷺ نے حیرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور پھر لطف و نرمی جو ہمیشہ غالب رہی مسکرا کر اس دیہاتی کو کچھ دینے کا حکم فرمایا۔

اعلیٰ اخلاق کا نمونۂ کامل: محترم حاضرین دنیا میں بے شمار اخلاق کے علم بردار اور معلمین پیدا ہوئے۔ جن میں انبیاء و رسول بھی تھے۔ دانشور و حکماء بھی تھے۔ ضخیم اور بے شمار جلدوں پر مشتمل تصانیف و نظریات بھی دنیا کو پیش کئے۔ مگر رحمت دوعالم ﷺ کا ان تمام معلمین اخلاق میں مقام کچھ اور ہی ہے سب سے اعلیٰ و بلند ہے۔ ان کی حیات طیبہ نہ صرف نمازوں اور عبادت گذاروں کے لئے نمونہ تھی بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جتنے حقوق و فرائض کی ادائیگی

انسان پر لازم کردی گئی ہر ایک عمل میں انصاف وعدل کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے جن پر عمل کرنے سے نہ صرف مسلمان بلکہ پوری انسانیت کو سکون واطمینان پیدا کرنے والا انقلاب رونما ہوسکتا ہے اخلاق کو صرف ترحم، شفقت اور تواضع تک محدود رکھنا کم علمی کا ثبوت ہے کیونکہ زندگی کے شعبوں اپنا ہو یا غیر ہو، دشمن و دوست چھوٹے بڑے، مالدار، مفلس، طاقتور و کمزور، مرد وعورت، جلوت وخلوت اور حالت امن و جنگ الغرض ہر شعبہ زندگی میں اخلاق کو بروئے کار لانا ایک اعلیٰ اخلاق کے حامل فرد کیلئے ضروری ہے۔

ایفاء عہد: کسی سے وعدہ کر کے اس کا ایفاء کرنا اخلاق کے حسن کی گواہی ہے وعدہ خلافی کرنے والے کو اللہ ورسول ﷺ اور معاشرہ بداخلاق کے نام سے پکارتے ہیں۔آنحضرت ﷺ میں وعدہ کو تکمیل کرنے کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی مسلمان تو ماننے والے تھے حتی کہ دشمن وکفار بھی اسکے معترف تھے۔ایفائے عہد کی خاطر آنحضرت ﷺ کا تکلیف برداشت کرنے کا واقعہ حضرت عبداللہ بن ابی الحسماء کے زبانی سن لیجئے عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سودا کر کے کوئی چیز خریدی، کچھ ادائیگی کردی اور باقی حصہ اسی جگہ ایک مقررہ وقت بتایا کہ حاضر ہو کر ادا کرونگا۔ میں وعدہ بھول گیا۔تیسرے دن حضور ﷺ سے کیا ہوا وعدہ یاد آ کر اسی مقررہ جگہ بقیہ رقم کی ادائیگی کے لئے میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں مجھے دیکھ کر صرف اتنا فرمایا تم نے مجھے بہت بڑی زحمت میں مبتلا کر دیا۔میں حسب وعدہ تین دن اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔حضور ﷺ کے وعدہ پورا کرنے کے اس واقعہ بیان کرنے پر اکتفا وقت کی کمی کی وجہ سے کر رہا ہوں۔ورنہ اس موضوع پر اگر حضور ﷺ کے واقعات سنانا شروع ہو تو وقت کا ایک بڑا حصہ بھی اس کیلئے کم ہوگا۔

اخلاص نبوی حضرت خدیجہؓ کی زبانی: کمزور وناتواں کی مدد کرنے کو بھی عبادات اور اللہ کی خوشنودی میں اہم درجہ حاصل ہے۔اور یہ خلق عظیم بھی آنحضرتؐ کی سیرت میں آپ کے معمولات میں سے اہم معمول تھا۔اس خاصیت کا ذکر حضرت عائشہ کی ایک طویل حدیث جب ابتدائی وحی آئی میں موجود ہے کہ جب غار حرا میں جرائیل آنحضرت کے پاس وحی لے کر پڑھنے کا عرض کیا۔آپ نے پڑھنے پر قادر نہ ہونے کا فرمایا تو حضرت جرائیل نے آنحضرت کو اپنے سینے سے لگا کر خوب زور دیا۔یہ سلسلہ تین دفعہ جاری رہا۔جس سے آنحضرت کو کچھ تکلیف بھی ہوئی اس کے بعد جب پڑھنے کا کہا۔ابتداء جمہور علماء کے نزدیک سورۃ اقراء سے کی۔فرشتہ رخصت ہونے کے بعد گھر تشریف لائے وحی کی رعب اور شدّت کی وجہ سے سخت خوفزدہ دل وبدن کانپ رہا تھا بخار کے ساتھ یہ کیفیت لاحق رہی سردی لگ رہی تھی جیسے کہ بعض اوقات بخار میں ہوتا ہے۔جب سکون واطمینان سے ہوئے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنا دیا۔انہوں نے حضور کو تسلی دی کہ آپ نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی مایوس نہ فرمائیں گے۔پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور معاملات کا ذکر شروع کر دیا جن میں سے چند یہ ہیں کہ **انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث**

وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق الخ (ترجمہ) آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ آپ کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولتے آپ دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ آپ غریبوں اور فقراء پر خرچ کرتے ہیں آپ مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور آپ لوگوں کے ساتھ ان کے حقیقی مشکلات اور حادثات میں مدد کرتے ہیں (اگرچہ ان کا معاملہ آپ کے ساتھ آپ کے معاملہ کے برعکس تعلق کے انقطاع اور بدسلوکی کا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ اپنے ایک خادم کی بکریوں کا دودھ دوھ لیا کرتے تھے: انہی خلق حسنہ کی وجہ سے صحابی حضرت جناب بن ارت جب رحمت دو عالم ﷺ کے حکم پر جہاد کے لئے گئے۔ گھر میں خانہ داری امور سنبھالنے کے لئے اور کوئی مرد نہ تھا۔ گھر میں موجود مستورات کو دودھ دوھنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ یہی تحمل الکل کا مجسم یعنی حضور ﷺ بذات خود روزانہ ان کے گھر جا کر دودھ دوھ لیا کرتے تھے۔ آج دنیا کے وہ لوگ جو اسلام کے دشمن اور حضورؐ کے حیاۃ طیبہ سے ناواقف ہیں اعلیٰ اخلاق کے لئے نمونہ اپنے خود ساختہ علمبرداروں' لینن' سٹالن اور ماذوے تنگ وغیرہ کے اعمال ناموں کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تو کیا ان کے ان نام نہاد اخلاق کے داعیوں میں سے کسی ایک میں یہ خوبی موجود ہے۔ ہمارے آقا کا مزاج تو یہ ہے کہ نماز شروع کررہے ہیں۔ ایک دیہاتی نے آکر آپ کا دامن پکڑا۔ کہا میرا تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔ پہلے اسے تکمیل تک پہنچاؤ کہیں میں بھول نہ جاؤں۔ آپ ﷺ نے اسی وقت نماز پڑھنا ترک کرکے اس بدو کے ساتھ مسجد سے باہر جا کر اس کا کام مکمل کرنے کے بعد واپس آکر نماز ادا کی۔

اضیاف کی خاطر و مدارات: امام غزالیؒ کے قول کے مطابق انسان کا تمام اخلاق ذمیمہ سے پاک ہونا ہی حسن خلق کہلاتا ہے جب تک انسان کی تمام باطنی وظاہری احوال تعریف کے قابل اور پسندیدہ نہ ہوں اس وقت تک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص اخلاق حسنہ کا مالک ہے۔ اخلاق حسنہ کی ایک خصلت نووارد جسے مہمان کہا جاتا ہے اکرام کرنا' اسی اعزاز و اکرام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اخلاق کے کس مقام پر فائز ہے۔ بخیل شخص مہمان کو دیکھ کر اس کے پیشانی پر بارہ بج جاتے ہیں' آنے والا شخص میزبان کے حرکات وسکنات سے محسوس کر لیتا ہے اس کے پاس میرا آنا کتنا بھاری ثابت ہوا اس کے برعکس سخاوت جو کہ اعلیٰ اخلاق کی نشانی ہے جس میں یہ صفت ہو مہمان کو دیکھ کر اپنے آنکھ اور ابرو بچھانے کے لئے تیار ہو کر مہمان کی آمد پر خوشی سے سرشار ہے۔ وہ اسے سنت ابراہیمی اور روئے زمین پر سب سے پہلے مہمان کی اعزاز و اکرام کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھ کر اپنے استطاعت کے مطابق سب کچھ پیش کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ ابراہیمؑ کے نسبی اور روحانی اولاد میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اپنے داد کی یہی خصلت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ جنہوں نے اپنی امت اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اپنے عمل اور احکامات سے ثابت کردیا کہ اپنی سیرت میں اس خوبی کو شامل کرنا مسلمان کے لئے لوازمات دین میں

سے ہے کہیں ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ الخ (رواہ بخاری ومسلم) ''حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص قیامت اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے۔''

اور کہیں فرمایا: **عن المقدام بن معد یکرب سمع النبی ﷺ یقول ایمامسلم ضاف قوماً فاصبح محروماً کان حقا علی کل مسلم نصرہ ' حتی یاخذلہ ' بقراہ من مالہ وزرعہ (رواہ الدارمی)**

ترجمہ: حضرت مقدام ابن معد یکربؓ روایت کررہے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہوا اور (میزبانی نہ کرنے کی وجہ سے) اس نے محرومی کی حالت میں صبح کی تو ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اسکی مدد کرے یہاں تک کہ اس میزبان سے اس کے مہمانی کے مقدار وصولی کر کے خواہ اس کے مال اور کھیتی باڑی سے کیوں نہ ہو۔

ضیافت میں انتقام نہیں انعام دینا چاہیے: آنحضرت ﷺ تو رحمت' شفقت اور درگزر کے حسین پیکر اور نمونہ تھے' میزبانی نہ کرنے والے سے بھی حسن اخلاق وسلوک کی تلقین فرمائی۔ قربان جائیں اس مشفق ومہربان سے جس کا یہ فرمان ہے: **عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ارأیت ان مررت برجل فلم یقرنی ولم یضفنی ثم مربی بعدذلک اقریہ ام لاجزیہ قال بل اقرہ (رواہ الترمذی)**

حضرت ابوالاحوص جشمی اپنے والد سے روایت کررہے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضور کے خدمت میں کہا یارسول اللہ اگر میں کسی شخص کے پاس مہمان بنوں اور وہ میری میزبانی (کا حق ادا) نہ کرے اور پھر اس کا آنا میرے یہاں ہو تو اس کی مہمان نوازی کروں یا بطور بدلہ میں بھی وہی سلوک کروں جو اس نے کیا آپ نے فرمایا بلکہ اس کی خاطر مدارت کرو یعنی وہ سلوک نہ کرو جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔

محترم حاضرین! یہی اس دین رحمۃ رافۃ کی خصوصیت ہے' اخلاق حسنہ کا معاملہ یہی ہے کہ اگر کوئی آپکے ساتھ عزت اور شرافت کا انداز اختیار نہ کرے تو تمہیں شرافت اور حسن سیرت کا معاملہ اختیار کرنا ہے۔ برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا ہے۔ اگر برائی کا جواب برائی سے دیا تو اس میں کوئی اجر وثواب نہیں' زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ جیسے فلاں نے کیا اس کا جواب میں نے بھی اسی طرح دیا۔ کمال واحسان تب ہے کہ میرے ساتھ برا سلوک کرنے والے کیساتھ میں اچھا برتاؤ کروں۔

مہمان نوازی کی نادر مثالیں: آنحضرتؐ کی مہمان نوازی میں مسلمان اور کافر کا فرق نہ تھا۔ روایات میں ہے ایک دفعہ ایک کافر مہمان آیا۔ ایک بکری کا دودھ دوہ کر اسے پلایا جب اس سے اس کے شکم سیری نہ ہوسکی' دوسری بکری کا دودھ پلایا جب تسلی پھر بھی نہ ہوئی۔ تیسری بلکہ سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا۔ جب تک مکمل طور پر اس کی بھوک ختم نہ

ہوئی پلاتے رہے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ مہمان آیا گھر میں جو کچھ ہوتا وہ سب اسے کھلا پلا دیتے۔ اور خود تمام دوات خانہ نبوت فاقہ سے گزری۔ اس پر اکتفا نہ فرماتے راتوں کو بار بار اٹھ کر مہمانوں کی خبر گیری میں مصروف رہتے۔

حسن معاشرت: محترم ساتھیو اگر کسی فرد کے اخلاق جاننا چاہیں۔ تو اس کی گھریلو زندگی کو دیکھیں۔ آج ہم میں سے اکثر دوستوں کے عمل کے دو رُخ ہوتے ہیں گھر سے باہر تو بڑا پارسا' اخلاق و رواداری' دیانت' صداقت' امانت اور صبر و تحمل کا نمونہ بن کر دوسروں پر اپنے بزرگی کا سکہ جمانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے مگر گھر کے اندر والی زندگی میں ذکر کردہ صفات اور اخلاق حسنہ کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ خاندان کے بڑے چھوٹے' مرد و زن اپنے اہل خانہ سے تعلق و معاملہ دشمن کے معاملہ سے کم نہیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی غیض و غضب' بیوی و اولاد سے ہر معاملہ میں نفرت' بے اصولی اور ایک بدترین کردار والے انسان کا ہوتا ہے' ایسا شخص کبھی بھی ایک اعلیٰ کردار والے انسان کے کسوٹی پر پورا نہیں۔ آنحضرت کی گھریلو و عوامی زندگی ایک کھلی کتاب جس رحم' شفقت' محبت اور دل داری و دلجوئی کا معاملہ گھر سے باہر ہوتا' گھر کی چاردیواری میں بھی ازواج مطہرات اولاد سے وہی معاملہ ہوتا' ہمیشہ اپنے ازواج مطہرات کی شریعت کی حدود میں رہ کر ان کے ساتھ حسن معاشرہ کے اعلیٰ ترین نمونے پیش فرمائے تاکہ مسلم معاشرہ بھی ان ہی نمونوں پر گامزن ہو کر ایک بااصول اعلیٰ کردار پر فائز انسان کی حیثیت اور درجہ حاصل کرسکیں۔ حضرت عائشہ سرکار دو عالم ﷺ بہترین زندگی گزارنے کا ایک واقعہ ذکر فرما رہی ہیں۔ **وعن عائشہؓ عنھا انھا کانت مع رسول اللہ ﷺ فی سفر قالت فسابقتہ' فسبقتہ علی رجلی فلماحملت اللحم فسابقتہ' فسبقنی قال ھذہ بتلک السبقہ (رواہ ابی داؤد)**

حضرت عائشہ ایک سفر کے دوران حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھیں میں' آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیدل دوڑیں (یہ دوڑ میں مقابلہ) تو میں نے ان سے آگے نکل کر سبقت حاصل کر لی (یعنی مقابلہ جیت لیا) (کچھ عرصہ کے بعد) جب میرے بدن کا گوشت بڑھ گیا۔ پھر ہم دونوں میں دوڑنے کا مقابلہ ہوا۔ اس بار آنحضرت ﷺ آگے نکلے۔ (خفگی اور پیچھے رہ جانے پر میری پریشانی اور دل داری کیلئے فرمایا)

پہلے جیت آپ کی تھی اب میں جیت کر معاملہ برابر رہا۔ اس سے معلوم کرنا کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے ازواج کے ساتھ خوشگوار' مسرت سے بھرپور زندگی گزارنے کیلئے ہر وہ کام جو شریعت کی رو سے جائز ہوا اختیار فرماتے۔ کبھی ان کی جائز معاملات میں حوصلہ شکنی اور بے جا پریشان کرنے کا ارادہ تک بھی نہ فرمایا۔ یہاں یہ یاد رکھیں کہ آپ ﷺ کا یہ مقابلہ شارع عام' مردوں کے درمیان یا سرِ بازار نہ ہوتا۔ آنحضرت ﷺ سے زیادہ کوئی شخص ایسا نہیں جو غیر مناسب اور شرع کے خلاف اعمال تو دور کی بات تصور کرنے سے بھی معصوم و محفوظ ہو۔ آج اگر کوئی مسلمان حضور کے ازواج مطہرات کے ساتھ اس حسن معاشرہ کا مظاہرہ کرنا چاہے تو بالکل کرسکتا ہے۔

اہل وعیال سے حسن سلوک: شرط یہ ہے کہ اسلامی حدود کے اندر ہو غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔ اور نہ کسی غیر اخلاقی حرکت کا ارتکاب ہو۔ یہی وہ حسن خلق تھا اپنے اہل وعیال کے ساتھ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وعن عائشة ؓ قالت قال رسول الله ﷺ خیر کم خیر کم لاهله وانا خیر کم لاهلی (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے بیوی، بچوں، نوکروں اور اعزہ واقارب کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہوں۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آدمی دنیا اور غیروں کی مجالس میں بیٹھتے وقت ہنسی خوشی، پیار ومحبت سے پیش آئے اور اپنے اہل وعیال کی خوشی اور راضی رکھنے کا خیال نہ ہو تو ایسے آدمی کو بہتر انسان کہنا ہی مناسب نہیں۔

بچوں سے محبت وشفقت:

اس عالم رنگ وبو میں تو اللہ کے بعد جسکا مرتبہ ومقام ہے یعنی آنحضرت ﷺ ان کا بیوی بچوں سے سلوک یہ ہے جو ان کی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کے بارہ میں احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔ بیٹی کی پیشانی کو چومتے، جہاں تشریف فرما ہوتے وہ جگہ اپنی بچی کیلئے خالی کر کے اسی مسند پر بٹھا دیتے۔ حضرت فاطمہؓ کے جگر گوشوں یعنی اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے بے پناہ محبت کرتے، فرماتے یہ دونوں میرے گلدستے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لاتے۔ حضرت فاطمہ بچے لے آتیں حضور ﷺ ان کو چومتے، سونگھتے اور سینہ سے لپٹا کے رکھتے۔

محترم ساتھیو! حسن اخلاق کا دائرہ اتنا وسیع، غیر محدود اور زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے کہ کسی ایک موقع پر اس کے اہم ترین شعبہ جات جنہیں بدقسمتی سے امت کے اکثریت نے ترک کر دیا ہے کا ذکر آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کرنا مشکل ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اخلاق حسنہ کے چند اور شاخوں کے بیان کی کوشش کروں گا۔ آج کا اختتام خاتم الانبیاء ﷺ کے ارشاد پر کر رہا ہوں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جن اعمال کو تولا جائے گا ان میں حسن اخلاق سے بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔ رات بھر جاگ کر نفل نمازوں اور دن بھر بھوک و پیاس کو برداشت کر کے نفل روزوں سے جو مقام اور درجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہی درجہ، اجر وثواب، حسن خلق سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

رب العزت مجھے اور آپ کو سیرت مطہرہ ﷺ پر چل کر انکے اخلاق طیبہ کو اپنانے کی توفیق رفیق فرمادیں۔ آمین۔

مولانا محمد ثاقب *

مقدمہ تفسیر روح المعانی پرایک طائرانہ نظر

ہر دور میں قرآن کریم کی خدمات رب لایزال اپنے خاصانِ خاص بندوں سے لیتے رہے ہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جسکے اسرار ورموز نہ ختم ہونے والے ہیں۔ قرآنی سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے والے مفسرین نے ان موتیوں کو چننے میں مقدور بھر کوششیں کی ہیں تاریخ انسانی میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جسکی اتنی وافر مقدار میں خدمت ہوئی ہو۔ قرآن کریم کی خدمت کے حوالے سے ایک نام جو ہمیشہ عالم اُفق پر چمکتا رہے گا وہ ہے (علامہ سید محمود الوسیؒ) کا۔ جو اپنی تفسیر روح المعانی کی بدولت ہمیشہ اہل علم کی تحقیقات کا مرکز بنے رہیں گے۔ تفسیر کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انکی یہ تفسیر ہر طرح سے کامل اور ایک جاندار تفسیر ہے۔ جو ان کی فہم قرآنی کا عینی شاہد اور آئینہ دار ہے۔ ان کا قرآن کیساتھ لگاؤ اور ذوق کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے۔

ے نعم السمير كتاب الله ان له حلاوة هي احلى من جنى الضرب

بہترین دل بہلانے والا اللہ کی کتاب ہے جسکی مٹھاس پکے اور میٹھے پھل سے بھی بڑھ کر ہے۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ علامہ روح المعانیؒ قرآن کریم کی خدمت کے علاوہ دیگر دنیوی مصروفیات میں زندگی صرف کرنے کو کارفضول خیال کرتے ہیں۔

ے اذا كان هذا الدمع يجرى صبابة علىٰ غير سلمىٰ منهود مع مضيع

اور جب یہ آنسوسوزشِ عشق کیوجہ سے سلمیٰ محبوبہ کے علاوہ کسی اور پر بہے تو یہ آنسو ضائع گئے

تفسیر کی ابتداء میں سات قیمتی مباحث پر مشتمل ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ جو تفسیر کے میدان میں آگے بڑھنے والے کیلئے ایک قیمتی خزانہ اور گنجینہ ہے۔ اس گنجینہ اسرار کا مطالعہ کرنے کے بعد تفسیر کے سلسلے میں جو باتیں سامنے آئیں وہ آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

<u>علم تفسیر تمام علوم دینیہ کی بنیاد:</u>

علم تفسیر کی شرافت واہمیت اور دیگر علوم دینیہ پر اسکی فوقیت بیان کرتے ہوئے علامہ روح المعانیؒ فرماتے ہیں۔

* مدرس جامعہ دارالعلوم تعلیم القرآن گاؤں ویسہ ضلع اٹک

هو رئيس العلوم الدينية لكونها ما خوذة من الكتاب

ترجمہ: علم تفسیر تمام علوم دینیہ کا رئیس ہے اس لئے کہ یہ تمام علوم قرآن ہی سے ماخوذ ہیں۔

اپنے اس دعوے کو مزید مزین کرنے کیلئے آگے چند روایات بھی پیش کی ہیں۔اس سلسلے میں ایک روایت ابو عبیدہؓ کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے۔ جو انہوں حسنؓ بن ابی طالب سے نقل کی ہے (کہ اللہ تعالیٰ ہر آیت کے بارے میں یہ پسند فرماتے ہیں کہ تمہیں اسکے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ آیت کس بارے نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد اس آیت سے کیا ہے)۔

علم تفسیر کی عظمت کیلئے یہ ایک روایت بھی کافی ہے ورنہ اسطرح کی بہت سی روایات موجود ہیں۔

علم تفسیر اور تاویل میں فرق کے متعلق علامہ صاحب کی رائے:

تفسیر اور تاویل میں فرق کے متعلق بہت سے اقوال علماء تفسیر سے منقول ہیں۔ مثلاً ابو عبیدہؓ اور ان کیساتھ ایک بڑی جماعت کی رائے کے مطابق دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ علامہ راغب اصفہانیؒ کے نزدیک تفسیر اکثر الفاظ میں استعمال ہوتا ہے۔اور تاویل کا تعلق معانی سے ہے۔

ابو منصور ماتریدیؒ کے نزدیک تفسیر وہ ہے جس کے بارے میں قطعی یقینی طور پر یہ کہا جاسکے کہ آیت سے اللہ تعالیٰ کی یہیں مراد ہے اور تاویل وہ ہے جس میں یہ رائے تو قائم نہ کی جاسکے البتہ آیت میں مختلف احتمالات میں سے ایک احتمال کو راجح قرار دیا جائے۔

لیکن علامہ روح المعانیؒ نے اس بارے میں اپنی ایک منفرد رائے پیش کی ہے۔ جس سے انکا قرآن سے لگاؤ اور فہم کے متعلق اندازہ ہوتا ہے۔

ان التاويل اشارة قد سية ق معارف سبحانيه تنكشف من سجف العبارات للسالكين و تنهل من سحب الغيب على قلوب العارفين والتفسير غير ذلك.

ترجمہ: یہ کہ تاویل اشارۃ قدسیۃ اور ان معارف سجانیہ کا نام ہے جو صوفیائے عظام پر عبارات کی گہرائیوں سے ظاہر ہوتے ہیں اور عارفین کے دلوں پر پردہ غیب سے جلوہ گر ہوتے ہیں اور تفسیر میں یہ بات نہیں ہوتی۔

علامہ آلوسی کے نزدیک تفسیر اور تاویل کا یہ فرق اس لئے معتبر ہے کہ انکے دور کے عرف میں تاویل بغیر کسی نکیر کے اسی طرح متعارف تھا۔

تفسیر بالرای اور صاحب روح المعانی:

تفسیر بالرای کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں شروع سے علماء مفسرین کے درمیان میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ بعض تو اسے مطلق حرام قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ انکے پیش نظر بعض ارشادات نبویہ بعض آثار صحابہؓ ہیں۔اس

گروہ کے مقابلے میں بعض دیگر علماء مفسرین اس کے جواز کے قائل ہیں۔لیکن جواز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر کوئی جس طرح جیسے چاہے قرآن کی آیت کے بارے میں اپنی رائے پیش کرتا پھرے۔ بلکہ انکے نزدیک بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ رائے اسلام کے بنیادی اصول اور احکام کے متصادم نہ ہو۔اسی طرح ہر ایک کو رائے دینے کی اجازت بھی نہیں ہے اور نہ ہی ہر ایک کی رائے قابل قبول ہے۔ بلکہ اس کیلئے ان ضروری علوم پر دسترس بھی ضروری ہے۔جن کے بغیر تفسیر کے میدان میں کوئی قدم بھی نہ رکھ سکے۔محض عربی اس کیلئے کافی نہیں ہے۔علامہ روح المعانیؒ نے اس کیلئے سات علوم میں مہارت ضروری قرار دی ہے۔بعض نے پندرہ اور بعض نے سترہ علوم میں کامل دسترس اس کیلئے ضروری قرار دی ہے۔ علامہ روح المعانی بھی تفسیر بالرائے کے جواز کے قائل ہے۔تفسیر بالرائے کے حرمت کیلئے جو روایت مشہور ہے وہ ابو داؤد، ترمذی، اور نسائی کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

من تکلم فی القرآن برائیۃ فاصاب فقد خطا.

ترجمہ: کہ جس نے قرآن کی تسیر اپنی رائے سے کی اور اپنی مراد کو پہنچ گیا تو بھی اس نے خطا کی۔

اس روایت کے متعلق علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔کیونکہ اسکی سند میں ایک راوی سہیل بن ابی خرم ہے امام ترمذیؒ نے مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ راوی متکلم فیہ ہے کہ انکی صحت کے بارے میں بعض اہل علم نے کلام کیا ہے۔

امام بخاریؒ اور نسائیؒ اور ابن معینؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔اور امام احمدؒ انکے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ منکر روایات نقل کرتے ہیں۔اور اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر بھی لی جائے تب بھی اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں۔ کہ تفسیر بالرائے فی مطلقا حرام ہے بلکہ صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ جس کسی نے بھی قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو اس نے غلط راستہ اختیار کیا۔اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحیح راستہ اور طریقہ تو یہ تھا کہ قرآن کی تفسیر کرنے کیلئے لغت وغیرہ علوم سے مدد حاصل کرتا اسی روایت کا ایک اور مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کسی نے قرآن کی تفسیر کیلئے ایسا قول پیش کیا جو اسکی خواہش کے مطابق ہو یا یہ کہ اپنے مذہب کو اصل قرار دے اور تفسیر کو اسکا تابع بنادے۔یا بالفاظ دیگر قرآن اپنے نظریات اور خواہشات کے تابع کرے۔یعنی نظریہ پہلے سے گڑلیا اور بعد میں قرآن کی آیات کو اسکے مطابق بنانے کی کوشش کی تو ایسے شخص نے خطاء کیا علاوہ ازیں ایک توجیہ یہ بھی فرمائی ہے۔کہ قرآن کے متشابہات میں بات کرے اور یا قرآن کی کسی آیت کے بارے میں بغیر کسی دلیل کے یہ رائے قائم کرے کہ یہی اسکا مطلب ہے تو اس نے خطاء کی۔

بہرکیف اول تو وہ روایت ہی ضعیف ہے اور اگر صحیح تسلیم کر بھی لیجائے تو پھر بھی اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تفسیر بالرائے ہر کسی کیلئے ناجائز اور حرام ہے۔

قرآن میں آئندہ واقعات کی پیشنگوئی:

تفسیر صوفیہ پر بات کرتے ہوئے صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ آئندہ قیامت تک پیش آنے والے جتنے بھی واقعات ہیں ان کی طرف اشارہ قرآن پاک میں موجود ہے اس سلسلے میں تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ انہوں نے نقل کیا ہے۔ واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ جب سلطان صلاح الدینؒ ایوبی نے حلب کا شہر فتح کیا تو اس موقعہ پر قاضی محی الدین نے قصیدہ بائیہ پڑھا تھا۔ جس کے ایک شعر میں وہ سلطان صلاح الدینؒ ایوبی سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں۔

وفتحک القلعة الشهباء فی صفر : مبشر بفتوح القدس فی رجب.

ترجمہ: آپ کا صفر کے مہینے میں قلعہ شہباء کا فتح کرنا: اس بات کی خوشخبری ہے کہ بیت المقدس رجب میں فتح ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیت المقدس کی فتح رجب ہی کے مہینے میں ہوئی جس پر لوگوں کی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ چنانچہ قاضی محی الدینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ اندازہ کہاں سے لگا دیا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے یہ بات تفسیر ابن بُرجان سے لی تھی۔ جو انہوں نے سورۃ روم کی اایت (الم غلبت الروم الخ) کی تحت تحریر کی تھی۔ مئورخ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تفسیر ابن برجان کی خوب تلاش کی یہاں تک کہ وہ تفسیر مجھے مل گئی۔ تو اس میں مذکورہ بالا آیت کے تحت ہی وہ بات درج تھی۔ صاحب ابن برجان نے اس کیلئے لمبا چوڑا حساب ذکر کیا ہے صاحب روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ اسکی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً ابن کمالی نے قرآن کی آیت (ولقد کتبنا فی الزبور الخ سورۃ انبیاء آیت نمبر ف ۱۰۵) سے استنباط کیا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھ مصر فتح ہوگا۔

صاحب روح المعانی اور تفسیر صوفیہ:

جس پر صاحب روح المعانیؒ نے اپنے مقدمہ میں سیر حاصل بحث کی ہے جس کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اس طرف کافی سارا رجحان ہے اور اپنی تفسیر میں جابجا آیات کی تفسیر بیان کرنے کے بعد اس آیت کے دقائق کی طرف اشارہ فرما دیتے ہیں اور جس کے اوپر ''باب الاشارات'' کا عنوان قائم کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نے انکی تفسیر کو صوفیاء اور عارفین کے تفاسیر کے قبیل سے قرار دیا ہے جیسا کہ نیسابوری نے کیا ہے۔ لیکن علامہ الوسیؒ کی تفسیر کو اس دائرے میں محدود سمجھنا صریح بے انصافی ہے۔ جن حضرات کو اس تفسیر کے مطالعے کا موقعہ ملا ہو انکو ہماری یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

تفسیر صوفیہ کے متعلق علامہ صاحب کی رائے:

تفسیر صوفیہ کے متعلق صفحات در صفحات مطالعہ کرنے کے بجائے اگر صاحب روح المعانیؒ کے چند سطر مطالعہ کر دیئے جائیں تو ساری حقیقت آشکارہ ہو جائیگی جس میں تفسیر صوفیہ کی تائید کرنے کیساتھ ساتھ ان ملحدین اور فرقہ

باطنیہ کا رد بھی موجود ہے۔ جو ان دقائق کا اعتبار کر کے ظاہر شریعت کی نفی کر دیتے ہیں چنانچہ صاحب روح المعانیؒ کے ان چند سطور کا مطالعہ آپ بھی کیجئے۔

واما الكلام السادة الصوفية في القران فهو من باب الاشارات الى دقائق تنكشف على ارباب السلوك و يمكن التطبيق بينها و بين الظواهر المرادة و ذلك من كمال الايمان و محض العرفان لا انهم اعتقدوا ان الظاهر غير مراد اصلاً و انما المراد الباطن فقط اذ ذاك اعتقاد الباطنية الملاحدة تو صلوابه الى نفي الشريعة باالكلية وحاشى سا دتنا من ذلك الخ.

ترجمہ: اور صوفیہ حضرات کا قرآن کے آیت کے متعلق بات کرنا اشارات کے قبیل سے ہے۔ جس میں قرآن کی آیت کی ان گہرائیوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو صوفیاء حضرات کے دلوں پر منکشف ہوئے ہوتے ہیں صوفیاء کی بیان کردہ ان دقائق اور قرآن کے ظاہر دونوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے اور صوفیائے کرام کو یہ ملکہ کمال ایمان اور معرفت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے انکا ہر گز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ آیات کا یہی باطن ہی مراد الٰہی ہے اور ظاہر مقصود نہیں کیونکہ یہ عقیدہ تو فرقہ باطنیہ کا ہے جسکی بدولت وہ ظاہری شریعت کو فراموش کرنے پر تلے ہوئے ہیں ہمارے صوفیائے کرام اس قسم کے باطل عقائد سے محفوظ ہیں۔

ماضی قریب میں سرسید احمد خان بھی اس قسم کے باطل عقائد کا پیروکار رہا ہے۔ انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ جسمیں انہوں نے ظاہر شریعت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں جس پر مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب علوم القرآن میں بخوبی کلام کیا ہے۔ صاحب روح المعانی شریعت کے ظاہر کا انکار کر کے باطن ہی کو اصل تسلیم کر لینے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص گھر کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے گھر کے صحن میں داخل ہونے کا دعوی کر بیٹھے حالانکہ یہ تو محال ہے اس لئے قرآن کی آیات کے اسرار و رموز تک رسائی سے پہلے اسکے ظاہر مفہوم کا سمجھنا اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔

آخری بات:

تفسیر روح المعانی کے مقدمہ کا مطالعہ کرنے سے جو قابل ذکر باتیں تھیں وہ تو ہم نے شائقین تفسیر کے فائدے کی خاطر گوش گزار کر دی ہیں۔ ان امور کے علاوہ مقدمے میں علم قرأت اعجاز قرآن اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور مخلوق نہ ہونے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ لیکن اسباب النزول اور ناسخ و منسوخ جیسی اہم بحث کو اس مقدمہ میں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہاں البتہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۰۶ کے تحت ناسخ و منسوخ پر بخوبی بحث کی گئی ہے۔

از محمد جعفر ملی رحمانی (انڈیا)

ناقص الخلقت کے بارے میں

ایک اہم عدالتی فیصلہ اور اسلامی نقطہ نگاہ

اسقاطِ حمل کے بارہ میں اسلام کا نقطہ نظر ممبئی کے عدالتی فیصلہ کی تائید کرتا ہے۔

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت کی رہبری و رہنمائی کا فرض انجام دیا، حیات انسانی کا کوئی گوشہ اور کوئی مرحلہ ایسا نہیں، جس کے متعلق اس کے احکام اور قوانین موجود نہ ہوں، اور یہی اس کے کامل و مکمل ہونے کی بین و کھلی دلیل ہے۔

سچ فرمایا میرے خالق، ارض و سما کے مالک، کائنات عالم میں موجود ہر شئ پر قادر اور ہر جاندار کے رازق نے **''الیوم أکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الإسلام دینا''۔**

غرض تحریر یہ ہے کہ بمبئی کی ایک عدالت میں ایک خاتون، جس کے جنین (Fetus) سے متعلق ڈاکٹروں نے یہ رپورٹ دی کہ وہ ناقص الخلقت (Monster) ہے اور پیدا ہونے کے بعد وہ معمول کی زندگی نہیں گزار سکتا، تو اس خاتون نے عدالت سے یہ درخواست کی کہ مجھے اسقاطِ حمل کی اجازت دی جائے۔ (انڈین قانون یہ ہے کہ ۲۰ ہفتے گذرنے کے بعد اسقاطِ حمل کی اجازت نہیں ہے)۔

عدالت کے تین رکنی بینچ نے ملکی قانون کے مطابق فیصلہ سنایا، کہ خواہ بچہ پیدا ہونے کے بعد معمول کی زندگی نہ گذار سکے تب بھی اسقاطِ حمل کی اجازت نہیں دی جاسکتی، ورنہ عورتیں اس کو حیلہ بنا کر اسقاطِ حمل کا جواز تلاش کر لیں گی، عدالت کا یہ فیصلہ بالکل معقول مبنی بر انصاف اور مزاج شریعت سے ہم آہنگ ہے، مگر بعض انسانیت دشمن عناصر، جمہوریت اور آزادی کا نعرہ دے کر انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل کرنے اور دنیا کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہیں۔ عدالت کے اس فیصلے پر احتجاج کر رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ بچہ جننا یا نہ جننا یہ عورت کا حق ہے۔ اور ملکی قانون عورت کے اس حق میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔

اسقاطِ حمل سے متعلق اسلامی نقطۂ نگاہ: شریعتِ اسلامیہ نے نکاح کو اس لیے مشروع فرمایا کہ انسانی توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہے، اور یہ دنیا تا قیامت آباد رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (**عن معقل بن یسار قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تزوجوا الودودَ الولود فانی مکاثرٌ بکم الامم رواہ**

ابو داؤد و النسائی ۔ بہت محبت کرنے والی، بہت اولاد جننے والی عورت سے نکاح کرو، کیوں کہ میں تمہاری کثرت کے باعث پچھلی امتوں پر فخر کروں گا۔ (مشکوۃ المصابیح: ص ۲۶۷، کتاب النکاح۔ فضل المعبود شرح سنن ابی داؤد: ۳/۲۴۷)

اسی لیے اسلام نے ہر ایسے عمل سے اپنے ماننے والوں کو منع فرمایا، جو شریعت کے اس مقصد سے متصادم ہو، مثلاً: بلا ضرورت شدیدہ مانع حمل ادویہ کا استعمال، قتل، نس بندی، اور اسقاطِ حمل وغیرہ۔

روح اور آثارِ زندگی پیدا ہونے (۱۲۰ / دن) کے بعد اسقاطِ حمل کی حرمت میں کوئی شک وشبہ نہیں، اس لیے کہ جب حمل میں زندگی پیدا ہوگئی، تو اس کے اور دوسرے انسانوں کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ وہ ماں کے پیٹ میں ہے، اور دوسرا اس دنیا میں آچکا ہے، قتل نام ہے کسی زندہ وجود کے چراغ حیات کو بجھا دینے کا۔ یہ جرم اگر مادرِ بطن میں ہو تب بھی ایسا ہی ہے، جیسا اس دنیا میں آنے کے بعد۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''و لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایاکم، إن قتلھم کان خِطأً کبیراً''۔ ''اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشے سے قتل مت کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بیشک انکا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے'' (بنی اسرائیل: ۳۱)۔ ''و لا تقتلوا أولادکم'' (اپنی اولاد کو قتل مت کرو) کے مخاطب جہاں وہ لوگ تھے، جو اپنے بچوں کو اس دنیا میں آنے کے بعد زندہ درگور کیا کرتے تھے، وہیں وہ لوگ بھی ہیں جو بطنِ مادر میں پرورش پانے والے بچوں کو زندگی سے محروم کردیں۔

کیا زندگی اور روح پیدا ہونے سے پہلے اسقاطِ حمل جائز ہے؟ آثارِ زندگی اور روح پیدا ہونے سے پہلے (یعنی حمل پر ۱۲۰ دن گزرنے سے پہلے) اسقاطِ حمل، قتلِ نفس کے درجہ کا گناہ نہیں ہے، مگر ہے ناجائز ہی۔

چنانچہ درر الحکام میں ہے: ''الجنین الذی استبان بعض خلقہ بمنزلۃ الجنین التام'' ایسا حمل جس کے بعض اعضاء دیکھنے میں آجائیں کامل الخلقت وجود کے درجہ میں ہے۔ اس سلسلے میں اتنی بات یاد رہے کہ انسان خود اپنے جسم کا بھی مالک نہیں ہے، اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے بدن کے کسی عضو کو کاٹ ڈالے یا خودکشی کرلے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ''ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین أنفسھم و أموالھم بان لھم الجنۃ'' بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ (التوبہ: ۱۱۱)

ہمارا جسم اور اس کا ہر جزء اللہ کی ملک ہے، ہم اس کی ملک میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی تصرف نہیں کرسکتے، فقہ اسلامی کا قاعدہ ہے''لا یجوز لأحد ان یتصرف فی ملک الغیر بلا إذنہ'' (کوئی انسان دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کرسکتا)۔ (درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام: ۱/۹۶، المادۃ: ۹۶، بحوالہ جدید فقہی مسائل: ۱/۲۹۹، رد المحتار، الدیات، فصل فی الجنین)

قاضی خان نے اس سلسلہ میں نہایت عمدہ بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: اسقاطِ حمل اگر زندگی پیدا ہونے کے بعد ہو تو ظاہر ہے اسکی حرمت میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر زندگی کے ظہور سے پہلے ہی اسقاطِ حمل ہو تب بھی جائز نہیں

ہوگا، اسلیے کہ جب تک روح پیدا نہ ہو جائے حمل کو عورت ہی کا ایک جزء اور حصۂ بدن تصور کیا جائے گا اور جس طرح کسی کا قتل درست نہیں ہے، اسی طرح اپنے جسم کے کسی حصہ کو کاٹ پھینکنا حرام ہے۔ (فتاوی قاضی خان:۴/۳۶۹، الحظر والاباحۃ)

اسقاطِ حمل کے تین مرحلے: اسقاطِ حمل کے فقہاء کرام نے تین مرحلے بیان کیے ہیں:

(۱) حمل میں جان پیدا ہو چکی ہو۔ (۲) جان تو پیدا نہیں ہوئی مگر اعضاء کی تخلیق ہو گئی۔

(۳) ان دونوں سے پہلے کا مرحلہ۔

پہلی صورت کا حکم: اسقاطِ حمل بالاجماع حرام ہے: ''**اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین وھو من الواٴد الذی قال اللہ تعالی فیہ. و اذا الموٴدۃ سئلت بای ذنب قتلت** ''۔(التکویر:۸۔۹)(فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۳۴/۱۰۳، دار الوفاء)

لیکن اگر بچہ بطن مادر میں زندہ ہو اور اس کے اسقاط کے بغیر ماں کی زندگی بچانا ممکن نہ ہو تو اس وقت بھی اسقاط کی اجازت ہونی چاہیے، جیسا کہ مشہور محقق حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کی رائے ہے۔ اس لیے کہ ان دو ضرر میں سے ''ماں کی موت'' ضرر اعلیٰ ہے، اور بچہ کی موت ضرر اہون ہے، نیز ماں کا زندہ وجود مشاہدہ و معاین ہے، اور بچہ کا مظنون۔ (کتاب الفتاویٰ:۶/ ۲۲۵)۔

اور آپ کی یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ''**اذا تعارف مفسدتان روعی اعظمھما ضررا بارتکاب أخفھما** '' جب دو مفسدوں میں تعارض ہو تو باعتبار ضرر ان میں جو بڑا ہوگا، اسکی رعایت کی جائے گی۔ اخف کا ارتکاب کر کے (یعنی چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا۔(الاشباہ والنظائر لابن نجیم:۱/ ۳۲۹)

دوسری صورت کا حکم: اسقاطِ حمل جائز نہیں، اور عام حالات میں سخت گناہ کا باعث ہے، مشہور محقق علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں: ''**ولایخفی انھا تأثم اثم القتل لو استبان خلقہ و مات بفعلھا** '' اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اگر جنین عورت کے فعل سے مرگیا تو عورت گناہِ قتل کی مرتکب ہوگی۔ (رد المحتار:۵/ ۲۷۹، نعمانیہ۔ المحلی:۱۲/ ۳۱۸۔ ردالمحتار۱۰/ ۲۵۵، کتاب الدیات فصل فی الجنین، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تیسری صورت کا حکم: اعضاء کی تخلیق سے پہلے بھی جب مادۂ منویہ عورت کے رحم میں علوق کر چکا ہو، تو ایسی شکل اختیار کرنا کہ وہ تولید کے قابل نہ رہے، اور خون اور اس کے لوتھڑوں کا اسقاط ہو جائے، درست نہیں۔ چناں چہ علامہ شامیؒ ''علی بن موسیٰ'' سے نقل کرتے ہیں: ''**انہ یکرہ فان الماء بعد ما وقع فی الرحم مآلہ الحیاۃ فیکون لہ حکم الحیاۃ کما فی بیضۃ صید الحرم** ''۔ عورت کے رحم میں نطفہ قرار پا جانے کے بعد اس کو برباد کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیوں کہ عورت کے رحم میں نطفہ جا کر بالآخر زندگی اختیار کر لیتا ہے، اس لیے اس نطفہ پر بھی زندگی کا حکم جاری ہوگا، جیسا کہ حرم میں چڑیا کا انڈا توڑ دینا زندہ چڑیا شکار کرنے کے برابر ہے۔ (ردالمحتار:۵/ ۵۲۲)

کیا ڈاکٹروں کی اس رپورٹ کے بعد کہ جنین ناقص الخلقت پیدا ہونے کے بعد معمول کی زندگی نہیں گزار سکتا، اور وہ اپنے والدین اور سماج کے لیے مستقل بار ہوگا، یا کسی خطرناک موروثی بیماری کا شکار ہوگا، اسقاط جائز ہوگا؟: اس سلسلے میں فتویٰ یہ ہے کہ جب بچہ میں جان پڑ چکی، تو وہ مستقل انسان کے درجے میں ہے، اور جس طرح کسی انسان کے (Micro-Chip) سے یہ معلوم ہونے پر، کہ آئندہ چل کر وہ پاگل ہوگا، یا معمول کی زندگی نہیں گزار سکے گا، تو اس کا قتل جائز نہیں، اسی طرح اس جنین (Fetus) کا اسقاط بھی جائز نہیں، کیوں کہ ڈاکٹروں کی تشخیص (Diagnosis) یقینی نہیں ہوتیں، بل کہ وہ ترجیحی اور ظنی ہوتی ہیں، اور محض ظن پر اسقاط کی اجازت کسی بھی صورت میں نہیں دی جاسکتی۔

''ان الظن لا یغنی من الحق شیئا''۔(سورۃ النجم:۲۸)

عصر حاضر کے مشہور فقیہ وقانون داں، ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس سلسلے میں اپنا ایک ذاتی واقعہ پیش کیا۔آپ فرماتے ہیں: چند سال پہلے کی بات ہے، یورپ سے میرے ایک دوست نے مجھ سے استفتاء (حکم شرعی پوچھنا) کیا کہ ڈاکٹروں کا یہ کہنا کہ آپ کی بیوی کے پیٹ میں جو پانچ مہینہ کا حمل ہے، وہ ناہموار شکل وصورت کا ہے، ان کا یہ قول ترجیحی ہے یقینی نہیں، (اب میں کیا کروں آیا حمل کو ساقط کرادوں یا یونہی چھوڑ دوں)؟

تو میں نے اسے جواب دیا: اللہ کی ذات پر بھروسہ کرو، اور اس معاملہ کو خدا کے سپرد کردو، ممکن ہے ڈاکٹروں کا یہ گمان غلط ثابت ہوجائے۔(بات آئی، گئی ہوگئی)۔

چند مہینوں کے بعد میرے پاس ایک خط یورپ سے پہونچا، جس میں ایک خوبصورت بچہ کی تصویر تھی، بچہ کے باپ نے بچہ کی زبانی یہ عبارت مؤثرہ لکھی تھی۔

''میرے پیارے چچا! اللہ تعالیٰ کے بعد میں آپ کا شکر گزار ہوں، کہ آپ نے مجھے سرجنوں کے نشتروں سے بچا لیا، آپ کا فتویٰ میری زندگی کا سبب بنا، میں زندگی بھر آپ کے اس احسان عظیم کو بھلا نہیں سکتا۔ (فتاویٰ معاصرہ:۲/۵۴۸)

نیز ڈاکٹروں کی یہ تشخیص کہ جنین ولادت کے بعد اندھا یا بہرہ، یا گونگا ہوگا، شرعاً قابلِ اعتناء نہیں۔ کیوں کہ اس طرح کے افراد ہمارے معاشرہ میں پہلے سے موجود ہیں، اور ان اعذار کے باوجود وہ عام لوگوں کی طرح نہ صرف زندگی گزار رہے ہیں بلکہ بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہے ہیں، کیوں کہ یہ خدائی ضابطہ ہے، کہ جب وہ اپنی کوئی نعمت کسی سے چھین لیتا ہے تو دیگر غیر معمولی نعمتوں سے نوازتا ہے۔(اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے)۔

اس لیے محض ڈاکٹروں کے کہنے پر اسقاطِ حمل، غیر انسانی، غیر اسلامی، غیر قانونی اور قتلِ جنین کے مرادف ہوگا۔لہٰذا معاشرہ اس امرِ شنیع سے مکمل اجتناب برتے۔

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی
ڈائریکٹر مرکز تحقیق اسلامی۔ پشاور صدر

سرسیّد احمد خان اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں

علم و عمل، زہد و تقویٰ اور تصوف و روحانیت کے عظیم امام حضرت حسن بصری (ابو سعید بن یسارؒ متوفی ۱۱۰ھ) بصرہ کی جامع مسجد میں قرآن، حدیث اور فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن گناہ کبیرہ کے مرتکب کی حیثیت پر بحث چھڑ گئی۔ آپؒ نے جمہور علماء کا مسلک بیان کیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگرچہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کے ایک بڑے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے مگر اس ارتکاب سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر نہیں بن جاتا اور بدستور مسلمان رہتا ہے۔ اس پر آپ کے ایک شاگرد واصل بن عطاء (متوفی ۱۳۱ھ) نے اختلاف کیا اور کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مؤمن ہے اور نہ کافر۔ اس نے منزلة بين المنزلتين (کفر اور اسلام کے درمیان ایک درجہ) کا عقیدہ اختراع کیا۔ اور حضرت حسن بصریؒ کی مجلس سے اٹھ کر اسی بصرہ کی جامع مسجد میں الگ ایک ستون کے ساتھ اپنا درسی حلقہ قائم کیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس موقع پر فرمایا اعتزل عنا واصل ہم سے جدا ہو گیا۔ یہ بظاہر ایک چھوٹا سا جملہ ہے اور بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ ایک فرد اپنے استاد سے جدا ہوا۔ مگر حقیقت میں واصل نے فرقۂ معتزلہ کی بنیاد رکھی اور وہ جمہور علماء حق کے جادۂ مستقیم سے جدا ہو گیا تھا۔

معتزلہ فرقہ نے دینی عقائد و احکام کیلئے عقل کو معیار قرار دیا یعنی جس بات کو عقل تسلیم کر لے وہ درست ہے اور جسے عقل ٹھکرا دے وہ غلط ہے۔ معتزلہ کے عقائد میں سے ایک بات یہ تھی کہ صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں اور ان کا الگ کوئی تشخص نہیں۔ مگر جادۂ حق پر قائم ماتریدیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات۔ نیز ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن کریم محدَث اور مخلوق ہے جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم قدیم ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ ازل سے قائم ہے۔ فقہ کے مشہور امام احمد بن حنبلؒ کو معتزلہ کے انہی عقائد کی مخالفت میں قید بامشقت میں رکھا گیا تھا اور عباسی خلیفہ معتصم باللہ نے آپ کو اپنے سامنے کوڑے لگوائے تھے مگر آپؒ انتہائی استقامت کے ساتھ اپنے حق موقف پر ڈٹے رہے تھے۔ معتزلہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان کبھی خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔ نہ قیامت کے دن اور نہ قیامت کے بعد۔ ان کا یہ عقیدہ قرآنی آیت وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کے بالکل خلاف تھا۔ نیز ان کا عقیدہ تھا کہ انسان اپنے افعال خیر و شر کا خود خالق ہے نیز وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ خدا پر واجب ہے کہ وہ صرف بندوں کی بھلائی پر مبنی کام انجام دے۔ ان کے علاوہ بھی ان کے اور بہت سے باطل

نظریات تھے۔

امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ (متوفی ۳۳۰) بمقام بصرہ ۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ابتداً آپ معتزلہ کے امام ابوعلی جبائی کے پیروکار اور شاگرد خاص تھے آپ کو جبائی اکثر اپنی جگہ مناظروں کیلئے بھیجا کرتے تھے۔ امام اشعریؒ چالیس سال تک معتزلی عقائد پر قائم رہے۔اور یہ طویل عرصہ معتزلہ کے ایک زبردست داعی کی حیثیت سے گزارا۔مگر ایک رات ان کو خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابوالحسن! میری احادیث کی تائید کرو اس لئے کہ وہ صحیح ہیں''۔(الغزالی' شبلی نعمانی ص ۷۲) چنانچہ امام ابوالحسن نے بصرہ کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے فرقۂ معتزلہ کے بڑے بڑے عقائد گنا کر ان سے برأت کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ آج میں اعتزال کے بوسیدہ عقائد کو یوں اتار کے پھینکتا ہوں جیسے میری یہ عباء (جبہ) اور آپ نے واقعی اپنی عباء اتار کر پھینک دی۔اس کے بعد اشعری مذہب کی بنیاد رکھی۔آپ نے معتزلہ کی رد میں کتابیں لکھیں اور مناظرے کیے۔اور ان کے مذہب کو اہل سنت کی کثیر تعداد نے اپنایا۔

جیسے پہلے کہا گیا کہ معتزلہ کے ہاں دینی عقائد واحکام میں عقل کو معیار قرار دیا گیا تھا جو بات سمجھ میں آتی قبول کی جاتی اور جو عقل میں نہ آتی رد کردی جاتی۔اس چیز کو روشن خیالی کہا جاتا ہے۔روشن خیالوں کا سارا زور اس پر خرچ ہوجاتا ہے کہ دینی عقائد واعمال کو عقل کے ترازو میں پیش کردیں ورنہ کوئی توجیہ اپنی طرف سے کر کے اصل حکم کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں۔روشن خیالی کے نام پر تاریک ضمیری' ضمیر فروشی اور جمہور علماء کی راہ سے انحراف ہر دور میں چلتا رہا۔ تا آنکہ برصغیر میں انگریزوں کا دور آیا۔پھر انگریز کی کاسہ لیسی اور تلوے چاٹنے کیلئے بے ضمیروں کی ایک لمبی فہرست سامنے آئی۔ان میں سے کبھی مرزا غلام قادیانی کی صورت میں کسی نے جہاد کا انکار کیا اور اس کیلئے جھوٹی نبوت کا سہارا لے کر انجام کار بیت الخلاء میں مرنے کا اعزاز ساتھ لے گیا۔اور کبھی غلام پرویز اور سرسید احمد خان کی صورت میں معجزات' جنت' دوزخ اور فرشتوں کے منکرین پیدا ہوئے۔اور انگریزوں سے خوب خوب دادِ شجاعت لے کر دنیاوی مفاد حاصل کئے اور اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر گئے۔ہم نے غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز پر الگ طور پر قلم آزمائی کر کے اہل ایمان کے سامنے ان کے دجل وفریب کو طشت ازبام کیا ہے البتہ لمبی داڑھی والے سرسید احمد خان کو زیر نظر سطور میں خصوصی طور پر ہدف تنقید بنایا ہے۔مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ موجودہ دور کے ان معتزلہ کے افکار ونظریات کو پہچان کر اپنے ایمان وعمل کو ان کے فریب کاری سے بچائیں۔اور جو سادہ لوح مسلمان ان کے شکنجہ میں آچکے ہیں ان کے بارے میں فکرمند ہوکر ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ذیل میں سرسید احمد خان کا تعارف اور اس کے عقائد ونظریات کو مختصر الفاظ میں طشت ازبام کیا جاتا ہے۔

سرسید احمد خان کا تعارف سرسید احمد خان کے آباؤ واجداد کشمیر کے باشندگان تھے۔شاہ عالم ثانی (پیدائش

۱۷۴۳ھ/۱۷۵۹ء) دہلی کے تخت پر ۴۵ سال براجماں رہا۔ اس کے دور میں دہلی کے علماء وفضلاء کا بادشاہ سے اختلاف ہوا اور جو علماء کلیدی عہدوں پر فائز تھے انہوں نے استعفیٰ دے کر کنارہ کشی اختیار کرلی۔ دوسری طرف انہی ایام میں کشمیر میں قحط پڑا۔ سرسید کے خاندان کے بڑوں نے جب اس دوران دہلی کے ان اعلیٰ عہدوں اور مناصب کو خالی پایا تو اپنے آبائی وطن کشمیر کو خیر باد کہہ کر عازم دہلی ہوئے۔ اعلیٰ ملازمتوں کے حصول کیلئے جو جتن کئے جاتے ہیں اور جو ہتھکنڈے استعمال ہوتے ہیں وہ تمام سرسید کے بزرگوں نے روا رکھے اور ان مناصب پر فائز ہوئے۔ سرسید دہلی میں ۱۸۱۷ء میں سید متقی کے گھر میں پیدا ہوا۔ سن بلوغت کو پہنچا تو عام ابتدائی مروجہ علوم میں شد بد حاصل کر چکا تھا۔ مولانا مخصوص اللہ" اور مولانا مملوک علی" سے کچھ ابتدائی مذہبی علوم کی تحصیل کی۔ پھر سریانی اور عبرانی زبانوں کے سیکھنے میں مصروف ہو کر کچھ ابتدائی کامیابی حاصل کی اور علامہ بننے کے زعم میں پادریوں کے ساتھ مناظرے شروع کئے جس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ روشن خیالی کے اس امام نے روشن مستقبل کے خواب دیکھنا شروع کئے تو ایک سہل طریقہ یعنی پیری مریدی کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن اس میدان میں جن اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے اس کے فقدان کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر محکمہ مال کی ملازمت اختیار کرلی اور ملازمت کے کچھ مراحل طے کرنے کے بعد مختاری کا امتحان پاس کر کے ۱۸۵۷ء تک جج کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کی دل کھول کر مدد کی۔ انگریزوں کو اپنے اور اپنے احباب ورشتہ داروں کے گھروں میں پناہ دے کر سفید فاموں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے میں خوب شہرت حاصل کی۔ عین ممکن تھا کہ اگر سرسید اور اس کے اعوان وانصار انگریزوں کی مدد نہ کرتے تو انگریز ۱۸۵۷ء ہی میں ہندوستان چھوڑ کر واپس برطانیہ چلے جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریز کو افغانستان میں قدم جمانے کا موقع اس لئے نہیں ملا کہ وہاں ان کو کوئی سرسید ہاتھ نہیں آیا تھا۔

سرسید کو جدید دنیا کے روشن خیال نئے دور کا مجدد اور مسلمانوں کی ترقی کا راہنما سمجھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے برصغیر میں وارد ہونے سے قبل یہاں پر تعلیم کا ایک بے مثل نظام رائج تھا۔ دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا تھا۔ انہی مدارس کے فارغ التحصیل علماء نہ صرف مساجد ومدارس کا نظام سنبھالے ہوئے تھے بلکہ سیاست اور نظامِ حکومت کا زمام بھی انہی کے ہاتھوں میں تھا۔ انگریزوں نے اس اسلامی نظامِ تعلیم کی بساط لپیٹنے کیلئے سرسید کی خدمات حاصل کیں۔ سرسید نے یورپ جا کر وہاں کے نظامِ تعلیم کا بغور مطالعہ کیا اور واپس آ کر علی گڑھ میں محمڈن اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی۔ جہاں پر قدیم وجدید کے امتزاج سے نصابات رائج کئے۔ بعد میں اس کالج کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا درجہ ملا۔ جو آج بھی قائم ہے۔ مسلمان چونکہ انگریز اور اسکی تعلیم سے متنفر تھے اور کسی صورت اس کو قبول نہیں کر پا رہے تھے لہٰذا دینی مدارس کے بالمقابل سرسید کے وضع کردہ نصاب تعلیم کی صورت میں مسلمانوں کو مغربی تہذیب وتمدن کی طرف راغب کر رہے تھے۔ دوسری طرف انگریزوں نے دینی مدارس کی بساط لپیٹنے کیلئے دینی مدارس کے اوقاف کو ضبط کیا۔

نصاب اور نظام تعلیم پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے اور اس کو فرسودہ اور دقیانوسی قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ دینی مدارس کے فارالتحصیل علماء کی ملازمتوں پر پابندی لگادی گئی۔ دوسری طرف انگریزی نظام تعلیم کی سرپرستی اور دلجوئی کی گئی جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ دینی مدارس معدوم ہوتے گئے اور لارڈ میکالے کا نظام تعلیم رائج ہوتا گیا جس کا خلاصہ لارڈ میکالے نے یہ بیان کیا تھا کہ ''ہم نے ہندوستان میں اپنے نظام تعلیم کے ذریعہ ایسی پود تیار کرنی ہے جو شکل وصورت کے لحاظ سے ہندوستانی ہو مگر دل ودماغ اور جذبات واحساسات کے لحاظ سے انگریز ہو''

سرسید نے انگریزوں کا آلۂ کار بن کر مسلمانوں میں ان کیلئے ذہنی وقلبی لحاظ سے ماحول بنانے کی کوشش کی تو سرسید کو ان خدمات کے صلہ میں انگریزوں نے مختلف خطابات اور اعزازات سے نوازا چنانچہ اسے خان بہادر (Sir)۔ شاہی مشیر (K. B) انڈیا کا امن جج (K.C)۔ قانون کا ڈاکٹر (L.L.D) جیسے خطابات اور ڈگریوں سے نوازا۔ اور دو پشتوں تک دوسوروپے پنشن سے بھی سرفراز کیا۔ سرسید نے دنیاوی اعزازات تو حاصل کر لئے مگر وہ یہ بھول گیا تھا کہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **الکفر ملة واحدة** تمام کفر ایک ہی ملت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے تناظر میں جب ہم باطل فرقوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت انگیز طور میں ان میں باہمی مماثلت اور باطل افکار پر اتفاق نظر آتا ہے۔ چنانچہ مرزائیوں کے فرقۂ ضالہ کی تاریخ احمدیت میں مرقوم ہے کہ سرسید نے مرزا غلام قادیانی جہنم مکانی کی بڑی معاونت کی ہے اور ان کی کتابوں کو بہت سراہا ہے۔ قادیان کے جھوٹے نبی نے کہا ہے کہ سرسید تین باتوں میں مجھ سے متفق ہے۔ ایک یہ کہ عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے بلکہ معمول کے مطابق ان کا باپ تھا۔ (واضح رہے کہ عیسائیوں کے ایک فرقے کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مریم کے یوسف نامی ایک شخص سے تعلقات تھے جس کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰ شادی سے قبل پیدا ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذالک) دوسرے یہ کہ عیسیٰ کو آسمان پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ اس سے ان کے درجات بلند کرنا مراد ہے۔ تیسرے یہ کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو روح مع الجسد معراج نہیں ہوئی بلکہ صرف ان کی روح کو معراج ہوئی ہے۔

تاریخی واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ مرزا غلام قادیانی اور سرسید احمد خان عیار ومکار انگریزوں کے خودکاشتہ پودے تھے۔ ان دونوں سے انہوں نے وہ کام لئے جو وہ اپنے ملکوں کی ساری دولت خرچ کر کے بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان دونوں کو سفید فام دشمنان اسلام نے یہ خدمت سونپی تھی کہ دین اسلام میں اپنے باطل نظریات اور خرافات کے ذریعہ شگاف ڈال کر اہل اسلام کو ذہنی اور مذہبی جنگ میں جھونک دیں تا کہ وہ بے فکر ہو کر ہندوستان پر حکومت کے مزے لوٹتے رہیں۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ سرسید نے بہت سارے مضامین' مقالات اور کتب تحریر کی ہیں مگر سب سے مقصد ان کی اپنے غلط نظریہ کی ترویج واشاعت ہے۔ سرسید نے ایک کتاب خلق الانسان یعنی انسانی پیدائش سے متعلق لکھی ہے۔ جس میں ڈارون کے اس نظریہ کی تصدیق وتوثیق کی گئی ہے کہ انسان پہلے بندر تھا پھر بتدریج انسان بنا۔ حالانکہ قرآن وسنت کے نصوص سے صراحۃً ثابت ہے کہ انسان آدمؑ کی اولاد ہے اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ سرسید ان صریح نصوص کا منکر ہے۔

سرسید نے ایک کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' کے نام سے لکھی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرتے ہوئے علم جہاد بلند کیا تھا۔ سرسید کو اس سے بہت دکھ ہوا کہ انگریزوں کے خلاف مسلمان کیوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے اس جہاد کو بغاوت کا نام دیا۔ اور بغاوت کے اسباب بیان کر کے ''اسباب بغاوت ہند'' نامی کتاب لکھی جس میں مسلمانوں کو انگریز حکومت کے تابع فرمان رہنے کا مشورہ دیا۔ نیز مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ تمھاری کامیابی اس میں ہے کہ انگریزی زبان اور علوم سیکھو اور انگریزی تہذیب وتمدن کے رنگ میں رنگ جاؤ تاکہ فرق باقی نہ رہے اور دوریاں ختم ہوں۔

سرسید کی طرف ایک کتاب '' آثار الصنادید'' منسوب کی جاتی ہے جو دہلی کے اکابر' علماء اور امراء کے حالات اور ان کے مزارات کی نشاندہی پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالحق حقانی'' تحریر فرماتے ہیں کہ آثار الصنادید سرسید کی تالیف نہیں ہے بلکہ شاہجہان آباد کے رہنے والے مرزا بخشی محمود نے ایک کتاب سیر المنازل لکھی تھی جو فارسی زبان میں تھی۔ آثار الصنادید اسی کا اردو ترجمہ ہے جسے سرسید کی ذاتی تالیف کی شہرت دی گئی ہے۔

سرسید کی تفسیر القرآن

سرسید نے تفسیر القرآن کے نام سے پندرہ پاروں کی تفسیر لکھی ہے جو درحقیقت تحریف القرآن ہے۔ اس کی چھ جلدیں سورۂ فاتحہ سے لیکر سورۂ اسراء تک سرسید کی زندگی ہی میں علی گڑھ کالج سے شائع ہوئیں۔ ساتویں جلد سورۂ کہف سے سورۂ طٰہٰ تک ان کی وفات کے بعد علی گڑھ بک ڈپو نے شائع کی۔ سرسید نے تفسیر القرآن کیلئے یہ معیار مقرر کیا کہ ان کی زندگی تک تاریخ اسلام کے تیرہ سو سال کے عرصہ میں توارث اور تواتر کیساتھ نبی اکرم ﷺ' صحابہ کرامؓ' تابعین اور علماء واولیاء امت سے قرآن کریم کی جو تفسیر منقول چلی آرہی تھی سرسید نے اس جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر اپنی محدود عقل اور بے علمی کا سہارا لیا اور ایک خانہ ساز تفسیر مرتب کی۔ بقول بعض علماء کے قرآن کی وہ خودساختہ تفسیر لکھی جس کی طرف نہ خدا کا ذہن گیا' نہ جبرائیل امین کا' نہ آخری پیغمبر ﷺ کا' نہ صحابہ کا اور نہ تابعین کا۔ سرسید نے خود لکھا ہے کہ ''میں نے بقدر اپنی طاقت کے خود قرآن کریم پر غور کیا اور چاہا کہ قرآن کو خود ہی سمجھنا چاہئے'' (تفسیر القرآن ۱۹ ص ۲) چنانچہ سرسید نے اسلام کے متوارث ذوق اور نہج سے اتر کر خود قرآن پر غور کیا اور اپنے انگریز آقاؤں کو خوش

کرنے کی خاطر اسلام کے نام پر اپنے ملحدانہ نظریات سے فرنگیانہ اسلام کی عمارت تیار کرنا شروع کی جس میں نہ ملائکہ کے وجود کی گنجائش ہے نہ ہی جنت و دوزخ کا کہیں نشان ہے۔اور نہ جنات اور ابلیس کے وجود کا اعتراف ہے۔اور معجزات و کرامات تو ان کے نزدیک مجنونہ باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی خود ذمہ داری لی ہے۔اور ہر دور میں جب باطل سر اُبھارتا ہے تو حق بھی اسے للکارتا ہے۔فارسی کا مقولہ مشہور ہے ''ہر فرعونے راموسیٰ'' ہر فرعون کیلئے اللہ تعالیٰ کوئی موسیٰ پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ سر سید کے باطل نظریات کی سرکوبی کیلئے اللہ تعالیٰ نے علماء حق کو پیدا فرمایا۔اس سلسلے میں سر سید کے غلط افکار و نظریات کو جس شخصیت نے سب سے زیادہ ہدف تنقید بنا کر طشت از بام کیا وہ حضرت مولانا عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ ہیں۔آپؒ ہندوستان کے ضلع انبار میں ۱۸۴۹ء کو پیدا ہوئے اور دہلی میں ۱۹۱۶ء کو وفات پائی۔آپ نے قرآن کریم کی تفسیر فتح المنان لکھی جو تفسیر حقانی کے نام سے مشہور ہے۔اس تفسیر میں آپ نے قرآنی آیات کے اصلی مقاصد و مطالب کھول کر بیان کیے۔اور اس کی ابتداء میں ایک طویل مقدمہ لکھ کر سر سید کے تمام لغویات کو کھول کھول کر بیان کیا اور اس کی تردید مسکت جوابات کے ذریعہ کی۔

خود سر سید کے پیروکار و معتقد مولانا الطاف حسین حالی مؤلف مسدس (وفات دسمبر ۱۹۱۴ء) تحریر فرماتے ہیں کہ سر سید نے اس تفسیر میں جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں اور ان سے رکیک لغزشیں سرزد ہوئی ہیں۔(حیات جاوید مطبوعہ آگرہ ص ۱۸۴)

اس کے علاوہ مولانا محمد علی مرادآبادی نے **البرهان علی تجهیل من قال بغیر علم فی القرآن** میں سر سید کے غلط نظریات پر خوب پکڑ کی ہے۔شیعہ مفسر ابو عمار علی رئیس سونی پت (وفات ۱۸۸۶ء) نے بھی سر سید کی رد میں تفسیر عمدۃ البیان لکھی جس نے شہرت اور مقبولیت پائی۔نیز عبداللہ یوسف علی نے اپنی انگریزی تفسیر قرآن میں لکھا ہے کہ سر سید کی تفسیر قرآن علماء امت کے مسلمہ اصول و نظریات سے متصادم ہے۔

سر سید کے افکار و نظریات

۱) رفع کوہ طور کا انکار

سر سید نے دین اسلام کو عقل کی ترازو میں تول کر مسلمات دین کا انکار کیا۔اور قرآن کریم میں جہاں معجزات یا مظاہر قدرت خداوندی کا ذکر ہے اس کی تاویل فاسدہ کر کے من مانی تشریح کی ہے۔چنانچہ پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہود سے جب عہد و پیماں لیا جا رہا تھا تو اس وقت کوہِ طور کو ان کے سروں پر اٹھا کر لا کھڑا کر دیا تھا۔ جسے سارے مفسرین نے بیان کیا ہے۔سر سید اس واقعہ کا انکار کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ ''پہاڑ کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر نہیں رکھا تھا بلکہ آتش فشانی سے پہاڑ ہل رہا تھا اور وہ اس کے نیچے کھڑے یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ان کے سروں پر گر پڑے گا۔'' سر سید نہ صرف آیت کی غلط تاویل کرتا ہے بلکہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ مفسرین کا مذاق بھی اڑاتا ہے۔

وہ لکھتا ہے۔ ’’مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقعہ کو عجیب و غریب واقعہ بنا دیا ہے۔ اور ہمارے مسلمان مفسر عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے تفسیروں میں لغو، ر بیہودہ عجائبات (یعنی معجزات) بھر دی ہیں۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ کوہ سینا کو خدا ان کے سروں پر اٹھا لایا تھا کہ مجھ سے اقرار کرو۔ نہیں تو اسی پہاڑ کے تلے کچل دیتا ہوں۔ یہ تمام خرافات اور لغو اور بیہودہ باتیں ہیں۔‘‘ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۹۷ تا ۹۹)

آپ نے دیکھا کہ جو واقعہ سرکش یہود کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے اور جس پر سارے مفسرین کا اتفاق ہے کہ کوہ طور کو اٹھا کر یہود کے سروں پر لا کھڑا کیا گیا تھا اسے سر سید لغو اور بیہودہ واقعہ قرار دیتا ہے۔ پھر جس طرح کہ سر سید کا دعویٰ ہے کہ پہاڑ کو ان کے سروں پر لا کھڑا نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ پہاڑ آتش فشانی کے سبب لرز رہا تھا۔ اور یہود کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے سروں پر گر پڑے گا۔ کوئی سر سید سے یہ پوچھے کہ آتش فشانی اور پہاڑ کے لرزنے کا بیان اس نے کس آیت اور کس حدیث کی بناء پر کیا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی نقلی ثبوت نہیں ہے اور یہ اس کی اپنی عقلی اختراع ہے تو جمہور مفسرین کے مقابلے میں ایسی عقل پر لعنت اور اخ تھو ہو۔

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

بیت اللہ شریف اور سر سید

بیت اللہ شریف جسے عُرف عام میں خانہ کعبہ کہتے ہیں تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کا دھڑکتا ہوا دل اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس مقدس اور بابرکت گھر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اوّل بیت وُضع للناس لَلّذی بِبکۃَ مُبارکاً وھدی للعالمین. سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلئے وضع کیا گیا ہے یہ وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ بابرکت ہے اور جہاں والوں کیلئے راہنما ہے۔ (ال عمران : ۹۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو مسلمانوں کیلئے بابرکت اور ہدایت کا پہلا گھر ارشاد فرمایا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے اسی کی تشریح میں فرمایا ہے۔

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

دوسری جگہ مکہ مکرمہ کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذْ جَعلنا البَیتَ مَثابَۃً لِلناسِ وَامناً اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کیلئے ایک مقام رجوع اور مقام امن قرار دیا۔ (البقرۃ : ۱۲۵) ایک جگہ ارشاد ہے فِیہِ ایات بینٰت مقامُ اِبراھیم وَمن دَخلہٗ کَان امناً اس میں کھلے ہوئے نشان ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے جو کوئی اس (مسجد حرام) میں داخل ہوتا ہے وہ امن سے ہو جاتا ہے۔ (آل عمران : ۹۸) عظمت کعبہ کی بابت دوسری جگہ ارشاد ہے جَعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قِیاماً للنّاس اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ گھر ہے

بزرگی اور تعظیم والا' لوگوں کیلئے قیام کا باعث بنایا ہے۔(المائدۃ : ۹۷) مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو بابرکت' باعث ہدایت' لوگوں کیلئے مقام رجوع و مقام امن اور قیام کا باعث فرمایا۔ان آیات اور دوسری روایات کے باعث مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس گھر کو باعث صد تکریم و تعظیم خیال کرتے ہیں اور اس کی حفاظت و نگہداشت کو ایمان کا جزء قرار دیتے ہیں۔علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا

ایک ہیں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کا شغر

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے قابل احترام ہے کیونکہ کعبہ شریف تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق' تکمیل روحانیت اور علوم و ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے۔کعبہ شریف کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقاء کا باعث ہے۔دنیا کی آبادی اس وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام اور اکرام کرنے والے موجود ہیں۔

محدث کبیر حضرت امام شاہ ولی اللہؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء) فلسفہ اسلام سے متعلق اپنی لازوال تصنیف حجۃ اللہ البالغۃ میں ارقام فرماتے ہیں کہ چار چیزیں شعائر اللہ میں سے اعلیٰ درجہ کی ہیں۔(۱) قرآن کریم (۲) پیغمبر (۳) کعبۃ اللہ (۴) نماز۔ واضح رہے کہ کعبہ اسلام کا مرکز اور محور ہے اور اس کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوگا۔ارشاد ربانی ہے وَمن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب . جو بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و تکریم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔(الحج : ۳۲) اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کریں۔ارشاد ہے۔ یٰا ایھا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللّٰہ " اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حرمتی مت کرو۔(المائدۃ:۲) اس تمہید کے بعد اب ذرا کلیجہ تھام کر سرسید کی ہرزہ سرائی کعبۃ اللہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔نقل کفر کفر نباشد۔اپنی تفسیر القرآن کے نام پر وہ تحریف القرآن میں لکھتا ہے۔

''جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے یہ ان کی خام خیالی ہے۔۔۔۔اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں تو وہ کبھی حاجی نہیں ہوئے۔''(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۲۱۱ و ۲۵۱)

وہ مزید لکھتا کرتا ہے ''کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہیں ہے۔۔۔۔نماز میں سمت قبلہ کوئی اصلی حکم مذہب اسلام کا نہیں ہے۔(تفسیر القرآن ج ۱ ص ۱۵۷ و ۱۶۱)

(جاری ہے)

مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی *

سقوط غرناطہ کی کوکھ سے امریکہ کا جنم (ایک دریافت)

(یعنی امریکی مظالم کی تاریخ حقائق کے آئینے میں)

طویل عرصہ سے میں کسی ایسی کتاب کی تلاش میں تھا کہ جس میں عیسائی صہیونی مخلوط سلطنت یعنی امریکہ کی تاریخ مستند حوالوں سے بیان کی گئی ہو۔ اسی دوران ایک ہفتہ واری اردو جریدہ میری نظر سے گذرا، جس میں مراسلات میں ایک مراسلہ نگار نے سوال کیا تھا کہ امریکی مظالم پر کوئی مستند کتاب اگر اردو زبان میں ہو تو مطلع فرمائیں تو جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ ڈاکٹر حقی حق صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور سمجھتا ہوں کہ اب اس کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، گویا انہوں نے موضع کا حق ادا کر دیا ہے، کتاب کا نام ہے "ہوئے تم دوست جس کے" جب میں نے یہ پڑھا تو شدت سے اس کے مطالعہ کا شوق انگڑائیاں لینے لگا۔ الحمدللہ! مذکورہ کتاب کسی طرح ہمارے کچھ دوستوں کے تعاون سے حاصل ہوگئی، اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

جب کتاب میرے ہاتھ لگی تو میں نے کتاب کو ویسا ہی پایا جیسا کہ اس کا تبصرہ پڑھا تھا، اللہ مبصر کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے کہ کم از کم ان کے تبصرے اور جواب نے دلیلی اور رہنمائی کا کام انجام دیا۔

بہرحال میں نے کتاب کے آتے ہی مطالعہ شروع کر دیا، بس کیا بتاؤں وہ کتاب کیا ہے؟ اللہ اکبر! مرج البحرین ہی نہیں بلکہ مرج البحار ہے، سب سے پہلی خصوصیت تو کتاب تحقیق کے انتہائی بلند مقام کی فائز ہے، ہر بات حوالہ سے مزین اور حوالے بھی کیسے، صرف مطبوعہ کتابوں اور دستاویزات پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ نادر مخطوطات اور دستاویزات سے بھرپور مدد لی گئی، اس کے مأخذ و مراجع کی فہرست ہی بڑی سائز کے تقریباً پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری خصوصیت ادب کی چاشنی اور وہ بھی کیسی کہ قاری عش عش کرتا چلا جائے یعنی اعلیٰ درجہ کا ادب، اس لیے کہ مصنف کتاب ادیب بھی ہیں۔ تیسری خصوصیت تجزیہ و تحلیل یعنی قدیم واقعات کو جدید صورت حال کیساتھ موازنہ کر کے کڑیاں جوڑی ہیں وہ بھی قابل ستائش ہے۔ چوتھی خصوصیت غیرت ایمانی و حمیت اسلامی ایسی کہ قاری کو جھنجھوڑ کر چھوڑتی ہے۔

غرضیکہ ایک ایسی کتاب جو واقعہ پڑھنے کہ قابل ہے، جس سے بیک وقت بے شمار فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، چہ جائیکہ بعض تجزیات میں مصنف کی رائے سے اختلاف کی گنجائش ہو سکتی۔ اور یہ تو ہر انسان کی تصنیف کا حال ہوتا ہے۔

* استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار

صرف قرآن وحدیث ہی ہر طرح کے نقص سے پاک ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد ارادہ ہوا، چند اقتباسات منتخب کر کے عام کرنا چاہئے، تاکہ دہشت گردی کے نام پر جنگ کرنے والے سفید فاموں کی دہشت گردی بھی منظر عام پر آئے اور لوگوں کی فکر میں تبدیلی واقع ہو، کہ اسلام پر ظلم ڈھانے والے اور اعتراض کرنے والے مہذب (بزعمہا) کی تہذیب اور امن پسندی کا دعوی کہاں تک صحیح ہے؟ مگر کتاب کے شروع میں لکھا ہوا تھا کہ "اس کتاب کے کسی بھی طرح مواد کو شائع کرنے کے لئے اجازت ضروری ہے"۔ لہٰذا بندے نے مصنف سے ان کے ای میل h.haq@att.net پر رابطہ کر کے اجازت طلب کی، تو الحمد للہ! موصوف نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت کی خواہش بھی ظاہر کی، تو آئیے سقوط غرناطہ کے کوکھ سے امریکہ کا جنم (دریافت) کے بارے میں مذکورہ کتاب سے چیدہ چیدہ اقتباسات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

سقوطِ غرناطہ کا دل خراش منظر: امریکہ کی دریافت اور سقوط غرناطہ دونوں واقعات باہم مربوط ہیں، اس لیے کہ جن کے ہاتھوں سقوط غرناطہ کا اندوہناک واقعہ پیش آیا، انہیں کے ہاتھوں یا ایماء پر امریکہ کی دریافت بھی عمل میں آئی۔ میری مراد اس سے ملکہ ازابیلا اور اس کا شوہر فرڈی ننڈ ہے۔ ۲۵ رنومبر ۱۴۹۱ء کا دن عالم اسلام کے لیے عموماً اور مسلمانان غرناطہ کے لیے خصوصاً بڑا ہی المناک ثابت ہوا، اس لیے کہ اس دن کا سورج مسلمانانِ غرناطہ کے لیے تاریکی اور ناکامی کی نوید کے ساتھ طلوع ہوا جارہا تھا، کیوں کہ امیر ابو عبداللہ باب دل خلافت بنوامیہ اندلس کا آخری خلیفہ ٹھہرا باوجود کہ غرناطہ کے قرب وجوار میں ۳۵ ہزار اسلامی لشکری سپاہ موجود تھے، اپنی کم ہمتی اور غیرت ایمانی کے فقدان کے باعث ظالم عیسائیوں کے ہاتھوں مصالحت کر کے انہیں ۸۰۰ سو سال بعد مسلمانوں پر کھلے عام ظلم کا موقعہ فراہم کر رہا تھا۔ اگر چہ اس نے بڑی کڑی شرائط کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم نہ ڈھانے کے وعدے پر سقوط غرناطہ پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ مگر کیا خبر کہ یہ تو "لیس علینا فی الامین سبیل" کے دعویدار ہیں اور اوفو بالعقود کا انہیں کوئی پاس ولحاظ نہیں۔ ابو عبداللہ اور ملکہ ازابیلہ کے درمیان ۲۵ رنومبر ۱۴۹۱ء کو ۶۷ شقوں اور پانچ دفعات پر مشتمل معاہدہ طے پایا تھا، جو فرنانڈوز افرا نے انہیں کے ایماء پر تیار کیا تھا، جس پر دونوں جانب سے دستخط کئے گئے تھے، طوالت کے خوف سے یہاں ذکر کرنے سے قاصر ہوں؛ البتہ خلاصہ کے طور پر اتنا کہا جاسکتا ہے کہ وہ تمام دفعات ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کو مکمل تحفظ حاصل ہو جاتا اور انہیں کوئی ضرر نہ پہنچتا، مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ وہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے اس قدر ضرر رساں ثابت ہوا کہ بیان سے ماوراء ہے، کیوں کہ ۲ رجنوری ۱۴۹۲ء کی سہ پہر اندلس کے مسلمانوں پر بہت بھاری تھی، کلمہ گوؤں پر ابتلاء کی طویل رات کا آغاز ہو چکا تھا، غرناطہ کی کشادہ مسجدیں ملکہ ازابیلا اور فرڈی ننڈ کے عیسائی لشکریوں اور گھوڑوں کے پیشاب سے متعفن ہو رہی تھیں، مسجدوں کے صحن ان کے فوجی ساز وسامان اور ہتھیاروں سے لدے ہوئے خچروں سے بھرے ہوئے تھے، اس شام غرناطہ میں اذان کے بجائے ہر طرف سے مسلمانوں کی آہ وبکا سنائی دیتی تھی، یا شراب

سے مدہوش جشن مناتے ہوئے لشکریوں کے ہنکارے، غرناطہ میں جگہ بہ جگہ آگ لگی ہوئی تھی، جس میں قرآن، نادر کتابیں اور نایاب قلمی نسخوں کی صورت میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ علمی میراث کو نذر آتش کیا جارہا تھا۔ عبدالرحمن الداخل کے قائم کردہ مرکزی کتب خانے کی تین لاکھ سے زیادہ جلدوں کے جلنے سے غرناطہ میں ایسا کثیف دھواں چھا گیا کہ جس کی سیاہی مسلمانوں کی سیاہ بختی سے ہرگز کم نہیں تھی''۔ (ہوئے تم دوست جس کے: ص۲۴)

سقوطِ غرناطہ کی تقریب میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر اطالوی بحری مہم جو کرسٹوفر کولمبس کو مدعو کیا گیا تھا، کولمبس نے اس رات کے اپنے روزنامچے میں لکھا: ''آج میں نے موجودہ سال (۱۴۹۲ء) کی ۲ جنوری کو دیکھا کہ الحمراء کے مناروں پر ملکہ عالیہ (ازابیلا) کا شاہی نشان بزور قوت لہرادیا گیا، اور پھر مسلمانوں (مور) بادشاہ ابوعبداللہ کو شہری فصیل کے دروازے پر ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی ننینڈ کے ہاتھ چومتے ہوئے دیکھا'' (لاحول و لاقوۃ الا باللہ، انا للہ و انا الیہ راجعون.) (کرسٹو کولمبس ۱۴۹۲ء، بحوالہ ''ہوئے تم دوست جس کے: ۲۵'')

ڈاکٹر حقی حق صاحب ایک جگہ سقوط غرناطہ کہو یا سقوطِ اندلس کہو کی منظر کشی ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''سقوط اندلس اسلام پر عیسائیت کی رواداری پر نسلی امتیاز کی فراخدلی پر تنگ نظری کی ایک ہزار سال میں پہلی فتح تھی سو، اپنی خون آشامی میں بدترین اور نتائج میں ہولناک تھی، سقوط اندلس کے نتیجے میں مسلمان جس ابتلاء، آزمائش، المیے اور ہزیمت سے دوچار ہوئے اس کا نوحہ لکھتے ہوئے ابوالبقاء الرندی نے اسے قیامت کی چال باندھا رندی خوش فکر اور خوش نوا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ خوش وقت بھی ثابت ہوئے کہ وہ مزید مسلمان ریاستوں، فلسطین، افغانستان اور عراق میں مسلم امہ کا المیہ اور زبوں حالی دیکھنے سے محفوظ رہے، سقوط اندلس شاعر آزردہ اظہار کے نزدیک قیامت کی چال کے مانند تھا تو جانے، چیچنیا، افغانستان، اور عراق میں مسلمانوں کی موجودہ ابتری کو وہ کس آفت سے منسوب کرتے ہیں:

تلک المصیبۃ انست ما تقدمها و ما لها مع طول الدهر نسیان

یہ مصیبت تو قیامت کی چال کے مانند ایسی شدید اور گہری ہے جس کے سامنے
اور تمام مشکلات ماند پڑجاتی ہے زمانے بیت جائیں گے،............ مگر
اندلس کے سقوط کا المیہ بھلایا نہیں جاسکے گا۔
سلمان اسے کبھی نہیں بھولیں گے۔ (ہوئے تم دوست جس کے: ص۲۳)

ماضی کو فراموش کرنے کا بدترین انجام: ابوالبقاء الرندی تو سقوطِ اندلس کو ناقابل فراموش واقعہ قرار دیتے ہیں، مگر افسوس امتِ مسلمہ پر کہ اس نے اسے ایسا فراموش کیا کہ عوام تو عوام خواص کی اکثریت بھی اس سے بے خبر ہے جب سقوط اندلس یاد ہی نہ رہا تو عبرت حاصل کرنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے! نہ یاد رکھا نہ عبرت حاصل کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ سقوط سے دوچار ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی چلی جارہی ہے، مگر اب بھی خواب غفلت سے بیدار

ہونے کے لیے تیار نہیں، اس لیے کہ اعداء اسلام ان ظاہری سقوطوں کے ساتھ ہی باطنی سقوطوں کا سلسلہ بھی مکروفریب کے ساتھ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایک طرف علم وتحقیق کے نام پر مغربی الحادی فلسفے نصاب تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے سہارے امت مسلمہ میں رائج کیے جارہے ہیں، اور دوسری طرف فیشن اور مغربی تہذیب کے نام پر عوام وخواص دونوں طبقوں سے روح ایمانی کو کھینچا جارہا ہے، کیوں کہ دشمن جانتا ہے کہ ہمارا دوام وبقا اسی میں ہے کہ امت مسلمہ کی روحانی قوت ایمانی طاقت اسلامی حمیت ودینی غیرت اور اسلامی تعلیمات سے دور رکھی جائے کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے: ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ''۔ ایمان ہوگا تو تم ہی دنیا میں برتر رہوگے، تو مسلمان کی برتری ایمان کی قوت اور تقاضۂ ایمان پر عمل کرنے میں ہے، نہ کہ ظاہری کثرت اور چمک دمک پر۔

''و یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغنی عنکم فتنکم شیئا'' اور حنین کے دن جب تم کو اپنی کثرت نے خوش فہمی میں مبتلا کررکھا تھا، مگر وہ ذرہ برابر تمہارے کام نہ آسکی اور غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا: ''و لقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ''۔ اللہ نے تمہاری مدد کی بدر کے میدان میں جب کہ تم کمزور تھے، ان دو آیتوں سے قرآن نے یہ سبق دیا کہ مسلمان اگر عدد میں کم ہوں اور قوت اور ہتھیار میں بھی کم، مگر ایمان مضبوط یعنی اللہ کی ذات پر کامل اعتماد ہو تو ضرور اللہ کی مدد اور نصرت غیب سے حاصل ہوگی، اور اگر مسلمان حنین کی طرح عدد میں زیادہ ہوں اور وہ اسی کثرت پر بھروسہ کر بیٹھیں، اللہ پر کامل اعتماد نہ ہو تو شکست سے دوچار ہونا ممکن ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن پر محنت کرنی چاہئے، اور اگر اس کے ساتھ غزوۂ اُحد کا واقعہ ملادیں تو ایک سبب اور ہاتھ لگ جاتا ہے، جس کو قرآن نے کہا: ''اذ تصعدون و لا تلون علي احد و الرسول یدعوکم في آخریکم فاثابکم غما بغم ''۔ اور وہ وقت قابل ذکر ہے کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتے تھے تم کو تمہارے پیچھے سے پھر پہنچا تم کو غم، غم کے بدلہ۔

تو معلوم ہوا کہ رسول کی مخالفت، خاص کر مخالفت عملی، امت کے لیے ناکامی کا باعث ہوتی ہے، آج ہم زبان سے بڑے حب رسول وعشقِ مصطفیٰ کے دعویدار ہیں، مگر نہ ہمارا لباس محمدی، نہ ہمارا طور طریق محمدی، نہ ہماری معاشرت محمدی، نہ سونا اوڑھنا محمدی، تو کیسے کامیابی میسر ہوسکتی ہے؟ کیوں کہ نہ ہمارے پاس ایمان اور نہ اس کے تقاضوں پر عمل، اور نہ اتباع سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم!

آمدم برسر مطلب: قارئین معاف کیجئے گا کہ سقوط غرناطہ کا ذکر کرتے کرتے میں امت کی موجودہ حالت میں کھوگیا، اور بہت دور نکل گیا، مگر کیا کروں سقوطِ غرناطہ پر قلم اٹھانے کا اصل مقصد ہی امت کو عبرت اور سبق دلانا اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا ہے، لہٰذا آپ اسے گوارہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔

سقوط غرناطہ کی کوکھ سے امریکہ کیسے پیدا (یا دریافت) ہوا؟ ڈاکٹر حقی حق صاحب اپنی مذکورہ تصنیف کے

پیش گفتار میں بڑے ہی دل سوز انداز میں تحریر کرتے ہیں:

''امریکہ مسلمانوں کے حق میں سورۃ النصر کی نوید نہیں بلکہ سورۃ الرعد کا تسلسل ہے۔

تاریخ سے منہ موڑے رکھنے کے المیوں میں یہ المیہ بھی شامل ہے کہ ہم امریکہ کو فاتحین اندلس کی باقیات کے حوالے سے دیکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہسپانیہ میں جن ہاتھوں نے تیس لاکھ مسلمانوں کو بپتسما عیسائیت کے نام پر قتل کیا تھا، اب وہی ہاتھ بپتسما جمہوریت کے نام پر کئی تیس لاکھ مسلمانوں کے خونِ ناحق سے رنگے ہیں۔ بپتسما عیسائیت سے بپتسما جمہوریت تک ہم ایک ہی نظریے ایک ہی عفریت اور ایک ہی ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں، بپتسما اول (عیسائیت) سن ۱۵۰۲ء سے بپتسما ثانی (جمہوریت) سن ۲۰۰۶ء تک ہمارا قاتل ایک ہی رہا ہے''۔ (ہوئے تم دوست ؍ س ک: ص ۱۱)

<u>امریکہ کو ایک مسلمان نے دریافت کیا نہ کہ کولمبس نے</u>: عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ کو کومبس (جس کا مختصر تعارف ابھی آرہا ہے) نے دریافت کیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کو دریافت کرنے کا سہرا ایک مسلمان کے سر جاتا ہے ڈاکٹر حقی حق صاحب رقم طراز ہیں: ''اگر ایک طرف استحصال، زبردستی اور خون ناحق سے (یعنی ریڈ انڈینز کا سفاکانہ قتل عام) سے امریکہ کی تعمیر میں خرابی کی ایک صورت مضمر رہی (اور تعمیر کے بعد جاپانیوں، فلپینوں کوریوں، ویتنامیوں، فلسطینی، افغانی، صومالی، عراقی، انڈونیشائی، سوڈانی مسلمانوں تاجکیوں کے ناحق خون کی صورت میں یہ سلسلہ اب تھمنے نہیں پایا، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہ نکالا جائے کہ اسے کچھ نہ ہوگا، دیر آید درست آیت۔ ولن تجد لسنة الله تبدیلا، اور اللہ کا دوٹوک اعلان ہے: (حتی اذا فرحوا بما اوتو اخذناهم بغتةً فإذا هم مبلسون: (سورہ انعام: ۴۴)) دوسری طرف امریکہ کی دریافت بھی بددیانتی، بدنیتی، لالچ اور جبر سے غیر آلودہ نہیں تھی، اور اس کا آغاز امریکی ساحل کے نظر آتے ہی ہو چکا تھا۔ اولین امریکی ہیرو کرسٹوفر کولمبس کے کردار کا تشہیری رُخ خواہ جیسا بھی مثبت تاثر مرتب کرتا ہو لیکن تاریخی حقائق اس کے برعکس ہیں جو تاریخ میں محفوظ مگر مائل بہ معدوم ہیں۔ اصل حقائق جو بالآخر تاریخ کے صفحات میں مدھم پڑ جائیں گے کولمبس کو بہ طرز دگر پیش کرتے ہیں۔ کولمبس کے بددیانت کردار اور ساخت کی کجی پر تاریخ کی مہر ثبت اور اس کے خلاف فیصلہ محفوظ ہے۔ حقائق کے مطابق جب کولمبس کا جہاز امریکہ کے ساحل کے قریب پہنچا تو 12 اکتوبر 1492ء کی صبح سینار برو نامی ایک مسلمان ملاح نے فجر کے جھٹپٹے میں امریکی زمین کی نشاندہی کی، اور خوشی سے چلایا کہ اس نے ساحل دیکھ لیا ہے چوں کہ سب سے پہلے زمین کی نشان دہی کرنے والے خوش خبر پر ملکہ ازابیلا کی طرف سے خطیر رقم اور عمر بھر کی پنشن کا انعام مقرر تھا۔ کولمبس نے اپنے ماتحت ملاح سینار بریمو کے زمین کی نشان دہی کے دعوی کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ ''وہ خود گزشتہ شام زمین شناخت کر چکا تھا'' یوں کولمبس نے بھاری انعامی رقم اور عمر بھر کی پنشن تو اپنے نام کروالی مگر وہ ہمیشہ کی جگ ہنسائی اور بددیانتی کے بوجھ تلے آگیا۔

بیری لو پیز کی تحقیق اور تحریر کے مطابق: ''یہ ممکن ہی نہیں تھا کولمبس نے سینار بریمو سے پہلے ہی امریکہ کی زمین

شناخت کرلی ہو چوں کہ بارہ اکتوبر کی گزشتہ شام کو کولمبس کا جہاز کسی بھی ساحل سے 25 میل کی دوری سے زیادہ دور تھا اتنی دور کہ جہاں سے انسانی آنکھ کسی آلے کی مدد سے بھی زمین شناخت نہیں کرسکتی تھی جب کہ سینار بریمو کا دعوی تکنیکی اورواقعاتی اعتبار سے حقائق سے قریب تر ہے"۔(بیری لوپیز:1990)

تاریخ سینار بریمو کے بارے میں خاموش ہے۔بیری لوپیز''شمالی امریکہ کی دریافت نو''میں سینار بریمو کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ تبدیلی مذہب کے ذریعے اسلام میں داخل ہوا جب کہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ پیدائشی مسلمان تھا۔ بہرحال یہ طے ہے کہ کولمبس کے جہاز پر وہ پہلا ملاح تھا جس نے امریکی زمین شناخت کرنے کا علان کیا تھا۔سینار بریمو اگلے سال ہسپانیہ واپس چلا گیا اور وہاں مسلمانوں کے شانہ بہ شانہ لڑتے ہوئے مارا گیا۔"(بیری لوپیز:1990)

اس اگر تاریخی انصاف سے کام لیا جائے تو امریکی سرزمین کی اولین شناخت کا اعزاز سینار بریمو کو حاصل ہے لیکن دھونس، دھاندلی، بددیانتی اور تاریخ کے ہاتھوں مسخ زدہ حقائق کو سچ سمجھنے کے ناطے سے امریکی زمین کی نشان دہی کا سہرا کولمبس کے سر بندھا ہے۔اب یہ اپنی اپنی ضرورت، مصلحت، تقاضے اور ضمیر پر منحصر ہے کہ فرد تاریخ کے کونسے پہلو پر یقین رکھتا ہے۔

ہیروازم کی امریکی ضروریات سے قطع نظر کولمبس کے بارے میں تاریخ کا عمومی رویہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ اس کے اعمال تھے۔وہ ایک پیشہ ور جہاز ران، چاق و چوبند ملاح، سمندری جغرافیے کا ماہر اور خطرہ مول لینے والا مہم جو تو ضرور تھا مگر نہ تو وہ بے لوث مشنری ثابت ہوا، نہ اچھا مبلغ، نہ اصلاح کار نہ خوش شگون۔انسانی ہمدردی سے عاری اور آدمیت کے احترام سے مبرا کولمبس رہنمائی، عظمت اور قیادت کے کسی نچلے درجے پر بھی فائز نہیں تھا، طمع، ہوس، نقش میں خون آشامی ہی پیچھے چھوڑ سکتا تھا۔ہم دیکھتے ہیں کہ کولمبس کا یہ اعزاز بہرحال غیر متنازعہ ہے کہ وہ ہر دور میں سرخ رو ٹھہرا۔(ہوئے تم دوست جس کے:ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

امریکہ کی بنیاد کس نظریہ پر پڑی؟ یہ طے ہے کہ ریاستیں جس نظریہ اور اصول پر قائم ہوتی ہیں انہیں جھٹلانے اور ان سے جان چھڑانے کی کوشش کے باوجود نظریہ ریاست کی مٹی اور پانی میں زمین، کی شریانوں میں لب ولہجے میں اور ثقافت وسائشگی میں بہرحال موجود رہتا ہے تو امریکہ اس اصول سے کیوں کر مستثنیٰ ہوسکتا ہے؟امریکہ کی نظریاتی بنیاد ملکہ ازابیلا کی اسلام دشمنی مذہبی دہشت گردی اور عیسائیت کے حق دریافت پر استوار ہوئی تھی سو، اب امریکہ سے جس بیں مسلمان حکمرانوں کو خیر کی توقع ہو، تو ہو لیکن مسلم امہ کے حق میں دعاء خیر کی ہی ضرورت ہے اگر کسی کو افغانستان اور عراق میں نظریہ دریافت کا اطلاق اور اس غیر انسانی نظریے سے وابستہ دہشت گردی نظر نہیں آتی تو اس کو رچشمی کی جو بھی وجوہات ہوں لیکن تین صدیوں کے امریکی تمدن سے صرف اسی قدر تبدیلی آئی ہے کہ نظریہ دریافت میں آزادی اور جمہوریت کے لفظ شامل کرلئے گئے ہیں۔عالمی برادری کے انسانی حقوق کی روا روی میں اب عیسائیت کی

بجائے آزادی اور جمہوریت کا بپتسما دیا جاتا ہے۔ ملکوں ملکوں آزادی اور جمہوریت کا امریکی پیکج اپنی جگہ لیکن نظریہ دریافت کا جبر اور خون آشامی بہرحال سر چڑھ کے بولتی ہے۔ افغانستان اور عراق میں اس کی تعبیر وتفسیر کے لیے کسی عالمانہ قیاسے کی ضرورت نہیں ہے کولمبس نے جب امریکہ اچھی طرح دریافت کرلیا اور وہ جزائر غرب الہند میں ''اوسطاً بارہ لاکھ ریڈ انڈینز سالانہ'' تہہ تیغ کرنے لگا تو عیسائیت، چرچ، ملکہ اور کولمبس کا کام چل نکلا، پادری امریکہ میں جم گئے اور مال وزر وغلاموں سے لدے پھندے جہاز سپین پہنچنے لگے تو ملکہ ازابیلا نے قتل ہونے والوں کو بھی مراعات دینے کا فیصلہ کیا۔ ان مراعات میں مقتولوں کو وجہ قتل بتانے اور قتل کی پیشگی اطلاع دینے کا مؤثر انتظام کیا گیا۔ ۱۰۔(لاس کیسس: ۲ص۱۵)

ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی نینڈ کی طرف سے کولمبس کو یہ حکم موصول ہوا کہ ''دریافت'' کردہ علاقوں میں قتل و غارت شروع کرنے سے پہلے لازم ہے کہ عوام کے مجمع میں یہ شاہی فرمان باآواز بلند ہسپانوی یا لاطینی زبان میں پڑھ کر سنایا جائے۔ امریکہ میں ہسپانوی وائسرائے کرسٹوفر کولمبس ہر نئے حملے اور قتل گری سے پہلے ریڈ انڈینز کے ہجوم کے سامنے یہ شاہی فرمان پڑھتے جب کہ سننے والے ہزاروں کے مجمع میں ہسپانوی یا لاطینی سمجھنے والا کوئی بھی نہ ہوتا:

''خداوند ہمارے لارڈ نے تمام قوموں کا اختیار ایک آدمی سینٹ پیٹر کو دیا ہے جو دنیا کے تمام انسانوں میں اعلیٰ ہے اور سب کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے، اور وہی تمام نوع انسانی کا قائد ہے۔ انسان جہاں بھی رہتے ہوں اور کسی بھی قانون کے تابع ہوں یا کسی بھی عقیدے کے ماننے والے ہوں سب پر اس کی اطاعت لازم ہے، لیکن اگر تم ایسا نہیں کروگے، اور بدنیتی سے اس کی اطاعت میں تاخیر کروگے تو میں تصدیق کرتا ہوں کہ خداوند کی مدد سے ہم پوری قوت سے تمہارے خلاف جنگ کریں گے۔ ہم تم پر قابض ہوجائیں گے اور ملکہ عالیہ جو غیر مہذب اقوام کو تباہ کردینے پر قادر ہیں چرچ کی نافرمانی پر ہر ممکن طریقے سے تمہاری عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیں گے اور انہیں ملکہ کے حکم کے مطابق فروخت کردیا جائے گا۔ تم سے تمہارا مال اسباب چھین کر تمہیں ملکیت سے محروم کردیا جائے گا۔ تمہیں سزا دی جائے گی۔ ہمارے ان اقدامات سے جو بھی مالی وجانی نقصان تمہیں پہنچے گا اس کی ذمہ داری تم پر ہی عائد ہوگی نہ کہ ملکہ عالیہ پر، ان افواج پر جو ہمارے ساتھ یہ کار خیر انجام دیں گی''۔ (E1-Requerimiento:1513)

(وضاحت: سولہویں صدی کے مشہور قانونی فلسفی دان لوپیز روبیس نے یہ تحریر سپین کے عیسائی حکمرانوں کی مذہبی واخلاقی، حاکمیت کے حق میں لکھی تھی جو رفتہ رفتہ ''دستاویز پیشگی اطلاع برائے قتل عام'' میں بدل گئی۔ مصنف)

یوں تو کرسٹوفر کولمبس کو ملکہ ازابیلا کا یہ شاہی فرمان پڑھے پانچ صدیاں بیت چکی ہیں مگر لگتا ہے کہ فرمان ہنوز پڑھا جارہا ہے اور اب اس کی تصدیق کرنے والوں میں رمزفیلڈ ڈک چینی، کونڈولیزا رائس پال بریمر، زلمے خلیل زاد، ٹونی بلیئر اور کولن پاول شامل ہیں جو غیر مہذب وغیر ترقی یافتہ اقوام کو پتھر کے زمانے میں پہنچا دینے کا عندیہ دیتے

رہتے ہیں۔ یہ نئے خداوند یہ نئے کولمبس جب بھی جمہوریت، آزادی روشن خیالی حملہ برائے حفظ ماتقدم اور نیو ورلڈ، آڈر، کا مژدہ سناتے ہیں تو ہمارا بے قابو دھیان ایک ہی جست میں مجبور و مقہور بات ۔ سمجھے اور قتل ہوجانے والے مجمع، اقوام طاقتور کے نظریہ حق دریافت اور ملکہ عالیہ ازابیلا کی پیشگی اطلاع قتل کی مہر ثبت پر جا ٹھہرتا ہے یوں جیسے کہ ان میں کچھ مماثات ہو، تسلسل ہو۔ ایک ہی واقعہ دہرایا جارہا ہو۔ جیسے لفظ بدل بدل کے وہی بات کہی جارہی ہو، ایک ہی بات کو بہ طرز دیگر کہا جارہا ہو۔ مکرر ارشاد، ارشاد مکرر ہو رہا ہو۔ مجمع بھی ویسا ہی ہو، نابلد نا تو اس بات نہ سمجھنے والا اور قتل ہوجانے والا۔ ہمیں تو یہ مماثلت اسرار بھری لگتی ہے کیا عجب کہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں بھی ہوں ۔اللہ تعالیٰ ۔نے بہرحال کھلی نشانیاں بھی تو مرحمت فرمائی ہیں، کھول کھول کر بھی تو بیان کیا ہے، گمان کہتا ہے کہ کھلی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب یہودی النسل کرسٹوفر کولمبس امریکہ پہنچا تو:

''کولمبس نئی دنیا میں عیسائی دنیا کے لئے ایسا مرکز بنانا چاہتا تھا جہاں سے اسلام کے خلاف صلیبی لشکر بھی روانہ ہوں۔ اس کی ذاتی یادداشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یروشلم کی فتح کا آرزومند تھا۔ گوکہ یورپ جدید دور میں داخل ہوچکا تھا تاہم صلیبی جنگی جنون اب بھی اس پر طاری تھا۔ جدید مغرب، صلیبی جنگوں کے خوابوں اور ندشوں میں الجھا ہوا تھا۔ یہ خواب اور اندیشے کولمبس کے ساتھ اوقیانوس پار کرکے امریکہ بھی پہنچ گئے۔'' (کیرن آرمسٹرانگ: 2001)

امریکی دریافت میں سرمایہ کاری کرنے والی مسلمانوں کی دشمن اول، اس دریافت اور نسل انسانی کے قتل عام کو حق دریافت کا نظریاتی سائبان مہیا کرنے والے تنگ نظر اور انتہا پسند اسلام دشمن عیسائی اسقف اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے والے بدخواہ اور حریص فطرت یہودی کے اشتراک اور ان تمام اسلام دشمن عناصر کی مربوط کوششوں سے جو ریاست اور قوم وجود میں آئی اور جو زمین آباد ہوئی وہاں اسلام دشمنی کے جنون پر نہ تو کسی کو حیرت ہونی چاہئے اور نہ ہی خوش فہمی کہ اسلام دشمنی کی اساس پر وجود میں آنے والی ریاست کو تعاون، خوشامدانہ اطوار اور خود سپردگی کے زور پر اپنے حق میں رام کیا جاسکتا ہے۔ (ہوئے تم دوست جس کے: ص ۳۷ تا ۳۹)

عہد شکنی میں سقوط غرناطہ اور امریکی موجودہ عہود میں حیرت انگیز مماثلت!!

قول نبھانے اور معاہدے کے احترام کی یہ طرز خاص ملکہ ازابیلا کی طرف سے امریکہ کے لیے تحفہ خاص میں بدل گئی۔ تاریخ پر نظر رکھنے والے کہتے ہیں کہ امریکی حکومت کے معاہدے اور امریکی صدور کے وعدے وعید اسی قدر حرمت کے حامل ہوتے ہیں جیسے معاہدہ سقوط غرناطہ اور مسلمانوں کے لیے اسی قدر فائدہ بھرے ہوتے ہیں جتنا کہ بحری بیڑے کا چلنا۔ سو یہ دونوں واقعات حافظے میں رہنے ضروری ہیں کہ مسلمانوں کو امریکہ بنانے والوں سے جس قدر تحفظ معاہدہ غرناطہ ۱۴۹۱ سے حاصل ہوا تھا۔ ۱۹۷۱ء میں امریکہ کے بحری بیڑے سے وہ اسی قدر مستفید بھی ہوگئے۔ مسلمانوں کے خلاف تعصب، ناانصافی، مذہبی منافرت، سازش اور وعدہ خلافی کی جو تند لہر دربار مخالف ۱۴۹۲ء

میں سپین سے چل کر امریکہ تک پہنچی تھی، پانچ صدیاں اور طویل فاصلہ اس کی کاٹ کو کم نہیں کر سکا، نہ ماننے کی بات اور ہے مگر یہ تند لہر اور بادِ مخالف ہمارے لیے موج اجل میں بدل چکی ہے۔ اس موج اجل میں ہمارے لیے ایک حیرانی اور ایک المیہ پوشیدہ ہے۔ المیہ تو یہ ہے کہ اس بار ہمارے معصوم بچے، پردہ نشین خواتین اور باریش، جوان اس اجل کی امتیازی زد میں ہیں۔ ۱۵۰۲ء میں جس طرح عبیدہ سلیمانکا، المیرہ، غرناطہ اور قرطبہ میں شرعی ریش کے حامل مسلمان ترجیحی ہدف تھے بعینہ باریش آج بھی اس طرح قتل کیے جارہے ہیں اور حیرانی یہ ہے کہ بال کٹی، آنکھ لگی، ڈورے پڑی، غازہ ملی، سینہ کھلی، گھر سے اکھڑی، میراتھن میں دوڑنے والی، غیر مردوں سے مصافحہ اور نامحرموں سے ہنس کر ملنے والی، ناچ گانے کی محفلوں میں بے قابو اور محفل موسیقی میں جھومنے والی، مخلوط میل ملاقات میں دوپٹہ اچھالنے اور بانہیں پھیلانے والی، جالی دار کپڑے اور شوخ رنگ زیرجامے پہننے والی روشن خیال، چترزبان اور شعلہ بیان اس اجل سے عموماً محفوظ رہی ہے۔ درج ذیل کے دو چار واقعات ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس بار کمان داروں کی زد میں کون ہے اور ان کے ہدف کا رخ کس طرف ہے۔

۲۰۰۱ میں قلائی نیازی (افغانستان) میں امریکی بمباری سے شادی میں شریک ۶۲ افراد شہید کر دیئے گئے۔ شہداء کی اکثریت پردہ دار خواتین اور بچوں پر مشتمل تھی ___ جولائی ۲۰۰۲ء میں اورزگان (افغانستان) میں امریکی بمباری نے ایک شادی والے گھر کو ماتم کدے میں بدل دیا۔ شہید ہوجانے والے ۱۲۰ افراد میں اکثریت پردہ دار خواتین اور نوعمر بچوں کی تھی ___ ۲۰۰۴ء میں شام اور عراق کی سرحد پر ایک گاؤں میں امریکی بمباری سے ۴۲ر افراد قتل کیے گئے۔ مقتولوں میں دس باپردہ خواتین اور پندرہ بچے شامل تھے ___ فروری ۲۰۰۵ء میں موصل اور تکریت (عراق) میں ایک دن میں ۱۶۳ر افراد قتل کیے گئے، مقتولوں میں ۴۸ر پردہ دار خواتین اور ۶۷ر بچے شامل تھے ___ ۱۳ر جنوری ۲۰۰۶ء کو ڈمہ ڈولا، باجوڑ (پاکستان) میں امریکی بمباری سے ۱۸ افراد قتل کیے گئے۔ مرنے والوں کی اکثریت عورتوں اور بچوں پر مشتمل تھی ___ ۳۰ر جولائی ۲۰۰۶ء کو قانا (لبنان) میں امریکی ساختہ لیزر گائیڈڈ اور کروز میزائلوں سے بمباری کرتے ہوئے، اسرائیلی فضائیہ نے ۴۰ پناہ گزین بچوں سمیت ۶۵ر افراد شہید کر دیئے۔

عراق پر حالیہ امریکی قبضے کے دوران عراقی اموات کے بارے میں جان ہاپکنز یونیورسٹی کی تحقیقی ٹیم کے سربراہ لیس رابرٹس اپنی تحقیقی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

"عراق میں وحشیانہ قتل وغارت کا نشانہ بننے والوں کی اصل تعداد صرف ۱۷ ماہ آج ۲۸ر اکتوبر ۲۰۰۴ء تک ایک لاکھ عراقی مقتولوں سے متجاوز ہوچکی ہے۔ یہ تعداد امریکی میڈیا اور تھنک ٹینکس کے مہیا کردہ اعداد و شمار سے ۵۸ گنا زیادہ ہے۔ اتحادی افواج کے ہاتھوں مارے جانے والے ان ایک لاکھ افراد کی اکثریت عورتوں اور بچوں پر مشتمل ہے"۔ ۳۔

(لیس رابرٹس: ۲۰۰۴)۔۔۔۔۔۔۔(ہوئے تم دوست جس کے: ص ۴۵ تا ۴۶) (جاری ہے)

ڈاکٹر ریحان غنی

دہشت گردی........فتنہ عظیم

دہشت گردی بہت پرانی اصطلاح ہے۔اس کا مفہوم اس لفظ کے بولنے اور پڑھنے سے ہی ظاہر ہوجاتا ہے، یعنی ایسا فعل یا عمل جس سے سماج میں دہشت پھیلے اور لوگ خوفزدہ ہوں، دہشت گردی ہے۔اسے قرآن کریم نے ''فساد فی الارض'' کہا ہے۔یہ کام چھوٹے مقصد کے لیے بھی لوگ کرتے ہیں اور بڑے مقصد کے لیے بھی۔اسے کوئی فرد واحد بھی انجام دے سکتا ہے، کوئی گروہ اور تنظیم بھی، یہ دراصل شیطانی فعل ہے جس کا ذکر ہم آگے کریں گے۔اس شیطانی فعل کے سبب روئے زمین پر سب سے پہلا خون اس وقت بہا جب قابیل نے ہابیل کو محض اپنے ذاتی مفاد کے لیے مار ڈالا۔یہ دہشت گردی کا پہلا واقعہ تھا جو روئے زمین پر پیش آیا۔جسے فرد واحد نے اپنے ذاتی مفاد کی تکمیل نہ ہونے کی صورت میں انجام دیا۔یہ انفرادی دہشت گردی وقت کے ساتھ گروہی دہشت گردی، تنظیمی دہشت گردی، سیاسی دہشت گردی اور حکومتی دہشت گردی میں بدلتی گئی۔اب اس شیطانی فعل کا دائرہ عالم گیر سطح پر پھیل گیا ہے۔

یہ اصطلاح ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ میں دو بڑی عمارتوں پر تباہ کن حملے کے بعد زیادہ موضوع بحث بنی اور اس کا رشتہ ان عناصر نے بہت ہی خوبصورتی، چالاکی اور عیاری کے ساتھ اسلام کے ساتھ جوڑ دیا جو نبی کریم ﷺ کے زمانے سے ہی اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔لیکن دور حاضر کا یہ المیہ ہے کہ جس مذہب (یعنی اسلام) نے دہشت گردی یعنی فساد فی الارض پر شدید ضرب لگائی ہے اسی مذہب کا رشتہ دہشت گردی سے جوڑنے کی منصوبہ بند سازش کی جارہی ہے۔اس پر لمبی لمبی بحثیں ہورہی ہیں اور اس کی تعریفیں متعین کرکے اسے ختم کرنے کی لاحاصل تدبیریں سوچی جارہی ہیں۔مزے کی بات یہ ہے کہ یہ سب وہ لوگ کررہے ہیں جو حقیقت میں اس شیطانی فعل کی حوصلہ افزائی کررہے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ایسا کیوں ہورہا ہے اور زمین پر فساد پھیلانے کا کام کب تک ہوتا رہے گا اور اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ان سوالوں کے جواب کے لیے آیئے قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کریں کیوں کہ قرآن کریم ہی وہ واحد نسخہ ہے جس سے ہم صحیح رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معرکہ حق و باطل کا آغاز اس وقت ہوا جب ابلیس نے اپنی

برتری کے غرور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹھکرادیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے خدائی حکم کو ماننے سے انکار کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ معتوب ہوگیا۔ اس طرح غور کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حکم خداوندی کی نافرمانی سے باطل کا ظہور ہوا۔ چنانچہ جہاں جہاں اللہ کے حکم کی نافرمانی ہوگی باطل قوتیں سر اٹھائیں گی۔ آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔ معتوب ہونے کے بعد ابلیس نے قسم کھائی کہ وہ قیامت تک خدا کے بندوں کو سکون سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ اس نے کہا ''مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں''۔ اللہ نے فرمایا ''تجھ کو مہلت دی گئی''۔ (سورہ الاعراف: ۱۵۔۱۴)

پھر ابلیس نے اپنی شیطانی کاروائی کا سب سے پہلے نشانہ حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور اس نے انہیں جنت سے نکلوا کر چھوڑا اور قیامت تک بنی نوع انسان یعنی اللہ کے بندوں پر ہر طرف سے حملے کی قسم کھائی۔ ابلیس نے کہا کہ ''جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر۔ پھر ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے''۔ (سورہ الاعراف ۱۷:۱۶)

اس طرح ابلیس نے معتوب ہونے کے بعد اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا، انہیں سیدھی راہ سے ہٹانا اور ان پر چاروں طرف سے حملے کرنا شروع کردیا۔ پیغمبروں اور صالحین کا قتل، نبی کریم ﷺ اور ان کے رفقاء پر ظلم و تشدد، بیت المقدس پر دشمنانِ اسلام کا قبضہ، چیچنیا اور فلسطین اور دوسرے ممالک میں خونریزی، افغانستان اور عراق پر حملے، ہندوستان میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی، اور اس جیسی دوسری کاروائیاں دہشت گردی کے نمونے اور ابلیسی حکمت عملی اور پروگرام کا حصہ ہیں۔ اس طرح دہشت گردی مختلف ممالک کی سرحدیں توڑتی ہوئی اب تقریباً پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور ابلیس کے شکنجے تیزی سے کستے جارہے ہیں۔ دنیا میں ماضی بعید اور ماضی قریب میں ہونے والے تشدد کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ابلیس یعنی اسلام مخالف عناصر اپنا دائرہ عمل بڑھاتے ہی چلے جارہے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی کاروائیاں شدید سے شدید تر ہوتی جارہی ہیں۔ میرا ناقص خیال یہ ہے کہ دہشت گردی یعنی یہ شیطانی فعل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دنیا قائم ہے۔ یعنی دہشت گردی کسی نہ کسی شکل میں قیامت تک جاری رہے گی۔ اور معصوم اور بے قصور لوگ اس کے شکار ہوتے رہیں گے۔ اس کی شدت میں کمی یا زیادتی ہوسکتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شیطانی فتنہ کا مقابلہ کیسے کیا جائے کہ معاشرے میں اس کے اثرات کم سے کم پڑیں اور اس کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں! آیئے اس کے لیے بھی ہم قرآن کریم سے رجوع کریں اور اس پر نظر ڈالتے چلیں کہ نامساعد حالات میں ظلم و تشدد کے ماحول میں اور اسلام دشمنوں کے نرغے میں رہ کر نبی کریم ﷺ نے وہ

کون سی حکمت عملی اپنائی جس سے اسلام کو سربلندی حاصل ہوتی گئی؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب ہونے کی مشروط بشارت دی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہوئے''۔یعنی جب تک ہم مومنانہ کردار پیدا نہیں کریں گے ہم غالب نہیں ہو سکتے۔یعنی دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے مومنانہ صفات وکردار کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔یہ بات یہاں ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ کوئی بھی انسان چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام اللہ کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتا۔یہاں تک کہ جب انسان دوا کھاتا ہے تو وہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی۔اللہ کا حکم نہیں ہوتا تو وہ بے اثر ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے آگے انسان بے بس اور مجبور ہے۔اپنی بے بسی کا انسان روز مشاہدہ کرتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی سرکشی جاری رہتی ہے۔دنیا میں انسان کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا ہے۔جب انسان اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے غیبی نظام کے حلقے سے باہر کر دیتا ہے۔یہاں سے وہ شیطان کے نرغے میں چلا جاتا ہے۔اس کے بعد انسان کی پریشانیاں اور دشواریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ابلیس نے جب اپنی مرضی سے چلنا چاہا تو معتوب ہو گیا اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خواہش کی پیروی کی تو وہ جنت سے نکالے گئے۔انسان کے سرشت میں اپنی خواہش کی تکمیل کا جز و شامل ہے۔اگر یہ خواہش حکم خداوندی کے تابع نہیں ہوتی تو وہ شیطان کے حکم کے تابع ہو جاتی ہے اور شیطان کے شکنجے کستے چلے جاتے ہیں۔انسان کی اس نفسیات کو اسے خلق کرنے والے سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ انسان اپنی خواہش کے مطابق ماضی میں آسمانی صحیفوں میں ترمیم و تنسیخ کر چکا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے تا کہ انسان اپنی خواہش کے مطابق اس میں ترمیم واضافہ نہ کر سکے۔اس طرح انسان کی بے بسی کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔مثال کے طور پر صرف 'موت'' کو ہی لیجئے۔کوئی بھی انسان مرنا نہیں چاہتا،ہر انسان کی یہ خواہش ہے کہ وہ قیامت تک زندہ رہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے نظام میں ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔یعنی جو پیدا ہوگا اسے ایک دن مرنا ہی ہوگا۔یہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالکل بے بس کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو اور اپنے خیال میں سچے ہو تو جب مرنے والے کی جان حلق تک پہنچ چکی ہوتی ہے اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے،اس وقت اس کی نکلتی ہوئی جان کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟اس وقت تمہارے بہ نسبت ہم اس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے''۔(سورہ واقعہ:۸۷۔۸۳)

نبی کریم ﷺ اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اس کے غیبی نظام کے آگے ہمیشہ سرنگوں رہے اور خود کو مجبور اور بے بس سمجھ کر اللہ سے مدد کے طلب گار رہے۔یہی وجہ تھی کہ مٹھی بھر جانثاران اسلام اپنے سے کئی گنا

طاقتور بدمقابل پر غالب ہوتے گئے۔ سیرت نبویؐ کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمﷺ اور ان کے رفقاء نے کبھی جوشیلی اور ذہنی ہیجان پیدا کرنے والی تقریر نہیں کی۔ کبھی جارحانہ حکمت عملی نہیں اپنائی۔ حصول اقتدار کے بجائے صالح معاشرے کے قیام کے لیے کوشش کی۔ اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا۔ صلح وآشتی، صبر وتحمل، رواداری اور حق گوئی کے ساتھ باطل قوتوں کا مقابلہ کرتے رہے اور یہ ثابت کر دکھایا کہ تاریکی کو تاریکی سے نہیں بلکہ روشنی میں تاریکی کو مٹانے کی صلاحیت موجود رہے گی۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ تاریکی روشنی کو ختم کردے۔ تاریکی لانے کے لیے روشنی کے دروازے بند کیے جاتے ہیں۔ روشنی پیدا کرنے کے لیے کبھی تاریکی کے دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات ضیاء حق ہیں اور دہشت گردی، تاریکی اور ظلمت کا نام ہے۔ جتنی دور تک ہم ضیاء حق پہنچائیں گے، اتنی دور تک ہم تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ دشمنان اسلام روشنی کے دروازے بند کرنے کے درپے ہیں۔ اے مسلم نوجوانو! تم روشنی کے دروازے بند نہ ہونے دو۔ قرآن اور سنت رسولﷺ روشنی کے دروازے ہیں۔ یہ دروازے اگر بند ہوگئے تو پھر سمجھو قیامت آگئی، اس لیے میرے خیال میں اس وقت درج ذیل باتوں پر خصوصی توجہ دینا انتہائی ضروری ہے۔

- ☆ قرآن ترجمے کے ساتھ پڑھا جائے اور قرآن فہمی کو تحریک کی شکل دی جائے۔
- ☆ اللہ تبارک وتعالیٰ برتر اور اعلیٰ ہے۔ اس کی برتری تسلیم کی جائے اور اس کے آگے سپر ڈال دیا جائے۔
- ☆ حکم خداوندی کی نافرمانی سے باطل کا ظہور ہوتا ہے، اس لیے باطل کو توڑنے کے لیے اللہ کے حکم پر ہر حال میں عمل کیا جائے۔
- ☆ باطل کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنے اور مومنانہ فراست پیدا کرنے کے لیے سیرت نبویﷺ کا مطالعہ کیا جائے۔ اور صبر، توکل، رواداری، حق گوئی، صلح وآشتی اور معاملہ فہمی کو مشعل راہ بنایا جائے۔
- ☆ جوشیلی اور ذہنی ہیجان پیدا کرنے والی تحریروں اور تقریروں اور نعرے بازی سے پرہیز کیا جائے۔
- ☆ گفتار اور کردار میں مطابقت پیدا کی جائے تاکہ دوسرے ہم پر اعتماد کریں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ پر توکل سے خدائی مدد کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس لیے اللہ پر ہر حال میں بھروسہ کیا جائے۔
- ☆ قرآن وسنت رسولﷺ روشنی کے دروازے ہیں، اس دروازے کو بند نہ ہونے دیا جائے۔
- ☆ حق کے دروازے کھولے جائیں تاکہ اس کی روشنی سے ظلمت وتاریکی دور ہوسکے۔

(07) مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

فضلائے حقانیہ کی تالیفی اور تصنیفی خدمات

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' فضلاء حقانیہ کے علمی' ادبی' تحریری' تصنیفی اور تالیفی خدمات پر کام کر رہے ہیں ۔۔علم وادب' تحریر اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے تمام فضلاء حقانیہ سے درخواست ہے کہ اپنا مختصر تعارف' خدمات اور تصنیفات وتالیفات کا تعارف مولانا موصوف کے نام بھیجیں تاکہ وہ اس عظیم تاریخی کام کو بہ سہولت آگے بڑھا سکیں۔

رابطہ ایڈریس : مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی' رکن القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ ------ (ادارہ)

حضرت مولانا فیض الرحمن حقانی

آپ یکم فروری ۱۹۷۳ء کو جناب خدر خان صاحب کے گھر دبک مندرہ خیل ضلع لکی مروت میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مشہور عالم دین حضرت مولانا نور کمال فاضل دیوبند سے حاصل کی۔درس نظامی درجہ سادسہ تک لکی مروت کے معروف دینی درسگاہ دارالعلوم اسلامیہ میں پڑھیں'تکمیل کیلئے پاکستان صوبہ سرحد کے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور ۱۴۱۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم لکی مروت سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور دوسال تک وہاں پڑھاتے رہے اس کے بعد جامعہ دارالعلوم وانا وزیرستان میں پانچ سال گزارے۔مولانا کو اللہ تعالیٰ نے پڑھانے اور سمجھانے کا عجیب وغریب ملکہ عطا فرمایا ہے'مشکل سے مشکل مسئلہ نہایت آسان پیرایہ میں حل فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو ۱۴۲۲ھ میں مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک بلایا گیا اور معقولات کی کتابیں آپ کے سپرد کی گئی جو کہ تاحال جاری ہے اور سینکڑوں تشنگان علم آپ سے استفادہ کرتے ہیں۔خارجی اوقات (فجر کے بعد،عصر کے بعد) آپ حجۃ اللہ البالغہ اور فارسیات کی کتابیں بھی پڑھاتے ہیں جس میں دورہ حدیث وتخصص کے طلباء بھی شریک ہوکر مستفید ہوتے ہیں اکثر طلباء نے آپ کے درسی افادات کو جمع بھی کیا ہے۔مگر مولانا کا اپنا ذوق بھی تصنیف وتالیف کی طرف مائل تھا اس لئے ازخود کئی مشکل کتابوں کی شروحات لکھیں۔جو مقبول عام وخاص ہو رہی ہیں۔

۱۔جلاء الفراسہ شرح دیوان الحماسہ،دیوان الحماسہ عربی ادب کی معروف کتاب ہے جو کافی عرصہ سے داخل نصاب

ہے اسکے مختلف شروحات بھی لکھے گئے ہیں مگر مولانا مدظلہ کے شرح چند خصوصیات کی بناء پر دیگر شروحات سے ممتاز ہے۔
(۱) شعر اور اس کے اساسی اجزاء سرخ رنگ میں ہیں اور باقی تشریح سیاہ رنگ میں ہے (۲) ہر شعر پر مکمل اعراب لگائے گئے ہیں اور علم عروض کے قواعد وقوانین کے مطابق لکھا گیا ہے (۳) ہر شعر کے تمام الفاظ کی لغوی، نحوی، صرفی تحقیق وتشریح انتہائی فصیح و بلیغ اور سلیس عربی میں کی ہے۔ (ہر شعر کا حاصل معنی عربی بیان کر کے شعر کے مخفی پہلوؤں کو روز روشن کی طرح واضح اور مبرہن کیا ہے (۵) شاعر کی غرض اور مختصر تعارف عربی اور اردو دونوں زبانوں میں بیان کیا ہے۔
(۶) جہاں بھی کسی شعر میں ضرب المثل یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو وہ تفصیلاً بیان کیا ہے (۷) شرح میں موجود مشکل الفاظ اور صیغوں پر اعراب لگایا گیا ہے اور ابواب کی خصوصیت کی رعایت کی گئی ہے تا کہ عبارت پڑھنے اور معنی سمجھنے میں دقت نہ ہو (۸) مکمل اشعار کا ترجمہ اردو میں حاشیہ پر لکھا گیا ہے اور ترجمہ کرتے وقت شعر کی ترکیبی حیثیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (۹) مکمل کتاب اول سے لیکر آخر تک ایک ہی نہج اور انداز پر ہے ایسا نہیں کہ پہلے زیادہ تشریح کی ہو اور بعد میں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہو (۱۰) عربی عبارت میں املاء اور ترقیم کے اصول وضوابط کا لحاظ کیا گیا ہے نیز اس شرح کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بطور نسخہ کتاب بھی استعمال ہوسکتا ہے جو کہ معلمین و متعلمین کیلئے فوائد کا گنجینہ ہے۔

اس شرح پر رسائل وجرائد نے اعلیٰ اعلیٰ تبصرے بھی کی ہیں جن میں سے چند از نمونے نذر قارئین ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جلا الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ کے مؤلف کو جنہوں نے ایک اہم ضرورت کو پورا کردیا.... یہ ایک جامع شرح جو قدیم شروحات کے تمام فوائد پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ مزید فوائد کا گنجینہ ہے"۔ (ماہنامہ "الحسن" اگست ۰۹ء لاہور)

(۲) عربی ذوق رکھنے والے علماء وطلباء کیلئے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں" ("بینات" کراچی: رجب ۱۴۳۰ھ)

(۳) "زیر نظر کتاب، دیوان حماسہ کی عربی شرح ہے اس میں عربی متن لال روشنائی کے ساتھ لکھنے کے بعد اشعار کی لغوی صرفی اور نحوی تحقیق کی گئی ہے اور عربی میں اشعار کا مطلب بیان کیا گیا ہے ساتھ ساتھ حاشیے میں اشعار کا بامحاورہ اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے اس طرح یہ ایک اچھی شرح تیار ہوگئی ہے اس کا مطالعہ ان شاء اللہ اساتذہ وطلبہ دونوں کیلئے مفید ہوگا ("البلاغ" کراچی ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ)

(۱) ماہنامہ الحق کے تبصرہ نگار تبصرہ وتعارف میں تحریر فرماتے ہیں "زیر تبصرہ کتاب ہمارے محترم دوست مولانا فیض الرحمن حقانی، مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی تالیف کردہ دیوان حماسہ کی شرح مسمی بہ "جلاء الفراسہ" دیوان ابی تمام کے باب الحماسہ کی بہترین اور جامع عربی شرح ہے..... فی زمانہ جبکہ طلباء مدارس دینیہ اپنی سہل انگاری اور تکاسل کی وجہ سے عربی شرح کی طرف توجہ نہیں دیتے اور عمومی طور پر اردو حواشی اور شروح پر اکتفا کرتے ہیں جو کہ بہت بڑا علمی نقصان ہے۔ مؤلف نے انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں اشعار کی عربی بیان میں ایسی تشریح کی ہے کہ

اس کے بعد اردو میں شرح و تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی (''الحق''، دسمبر ۸۰)۔

(۲) استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کتاب کی تعارف میں یوں رقمطراز ہیں:

''شیخ الادب حضرت مولانا فیض الرحمٰن حقانی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور اپنی مادرِ علمی کی آغوش میں اور اسی کے سایہ رحمت تلے مدرس بھی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی خصوصی توجہ اور سرپرستی انہیں حاصل ہے، درجہ تکمیل کے ساتھ ساتھ درجات عالیہ میں بھی پڑھاتے ہیں۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اکابر و مشائخ اساتذہ کرام کی توجہ و عنایت کے پیشِ نظر ''جلاء الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ'' لکھنے میں کامیاب ہوگئے، جو عربی ادب کی بلند معیاری، اور عظیم ترین شہ کار تاریخی کارنامہ ہے، نیل الفراسہ کے نام سے مولانا نے حاشیہ میں ہر شعر کا اردو میں سلیس اور بامحاورہ ترجمہ بھی نقل کردیا ہے۔ کتاب جب سے میرے ہاتھ میں آئی تب سے، تمرید قلب و نظر بنی ہوئی ہے یہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی کارناموں میں یادگار عظیم پیش کش ہے جسے علمی، ادبی اور تدریسی حلقوں میں پذیرائی ملے گی۔ ''القاسم'' جنوری ۰۹)

کتاب پر دار العلوم حقانیہ کے مشائخ و اساتذہ کے تقریظات کے علاوہ دیگر اکابر علماء کے تائیدات و تصدیقات بھی ثبت ہیں۔

(۲) الہام الباری فی تسہیل القطبی: مولانا موصوف کو اللہ کریم نے معقولات میں ید طولیٰ عطا فرمایا ہے علم منطق اور فلسفہ تو آپ کے پسندیدہ مضامین ہیں آپ نے علم منطق کے بعض اصطلاحات کو سوال و جواب کے صورت میں جمع کیا تو بعض تلامذہ نے حضرت کو اس پر مجبور کیا کہ اس نہج پر ایک کتاب تالیف ہونی چاہئے مولانا ان کے ذوق اور اشتیاق کے پیشِ نظر درج ذیل خصوصیات پر مبنی شرح ''الہام الباری فی تسہیل القطبی'' مرتب کی۔

(۱) فن منطق کے بنیادی تصورات کو ایسے مرتب انداز میں پیش کئے گئے ہیں کہ ہر قسم کے طلبہ کا ذہن نہ صرف یہ باسانی ان کو سمجھ لیتا ہے بلکہ ذہن میں راسخ بھی ہوجاتا ہے۔ (۲) تمام امتحانی جگہوں پر فہرست میں ستارے کا نشان لگایا گیا ہے اور طویل مباحث کا خلاصہ بصورت جدول پیش کیا گیا ہے۔ (۳) ابتدائی چند مباحث جو بطور تمہید ذکر کرگئے ہیں مشکل ہونے کی وجہ سے حاشیہ پر اس کی اردو میں تشریح کی گئی ہے تاکہ طلبہ کو سمجھنے میں پریشانی نہ ہو۔ (۴) وہ مباحث جن کی تفصیلات کتب درسیہ میں نہیں ہیں اور مطولات کے حوالہ کی گئی ہیں ان کی تفصیلات بقدر حاجت مطولات سے نقل کی گئی ہیں۔ (۵) قطبی و شرح تہذیب کے تقریباً تمام مباحث منطقیہ کا استقصاء کیا گیا ہے لہٰذا درجہ ثالثہ و رابعہ دونوں درجوں کے طلبہ کیلئے یکساں مفید ہے (۶) پوری کتاب میں عموماً اور مباحث عکوس و قیاس میں خصوصاً عام مناطقہ کے طرز سے ہٹ کر الفاظ اصطلاحیہ (ج، ب) کے بجائے حقیقی مثالوں کو درج کیا گیا ہے اس وجہ سے ان مباحث کے افہام و تفہیم میں نہ طلبہ پر خلط آئے گا اور نہ اس سے اکتاہٹ محسوس ہوگی۔ (۷) بحث الموجہات میں نسبت الموجہات کی مشکل ترین مسائل کو بڑی تفصیل کیساتھ حل کئے گئے ہیں۔ (۸) بہت سے مباحث فلسفیہ جو کہ کتب منطق میں علماء

ضمناً بیان کرتے ہیں انکو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔(۹) تمام مشکل جگہوں پر اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے اور مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے(۱۰) غرض یہ تسہیل تمام طلبہ اور فضلاء کیلئے مفید ہے خصوصاً قطبی پڑھنے والوں کیلئے تریاق ہے۔

(۴) شرح مقامات و عربی: مقامات حریری عربی ادب کی شہرۂ آفاق کتاب ہے اور مدتوں سے مدارس میں متداول چلی آرہی ہے جس کی وجہ سے مدارس عربیہ کی ملک گیر تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے اس اہم کتاب کو شامل نصاب کیا ہے۔ عربی ادب خواہ منظوم ہو یا منثور اس کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں اس لئے ہمارے اکابرین نے اس کی تعلیم و تعلم پر بھرپور توجہ دی۔

مقامات حریری کے اب تک کئی شروحات مختلف زبانوں میں منظر عام پر آچکی ہیں اور سلسلہ تاہنوز جاری و ساری ہے حضرت مولانا فیض الرحمٰن حقانی نے بھی اپنے منفرد انداز میں مقامات حریری کی مبسوط و مفصل شرح لکھی ہے جو آپ کے دیگر شروحات کی طرح بہت سے خصوصیات کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کے قلم و قدم میں مزید برکت عطاء فرمادیں یقیناً مولانا کے تمام تصنیفی، تالیفی اور تدریسی خدمات اپنے مادر علمی سے وابستگی اور اپنے اساتذہ و مشائخ سے تعلق و محبت اور ان کے مسلک و مشرب پر قائم رہنے کی مرہون منت ہے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

وفاق المدارس العربیہ کا اجلاس کراچی:

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے عاملہ کا دو روزہ اجلاس صدر وفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کے عارضۂ قلب و آپریشن کی وجہ سے جامعہ فاروقیہ فیز ۲ حب ریور روڈ کراچی میں مورخہ ۱۷۔۱۸ر جنوری ۲۰۱۰ء کو منعقد ہوا۔ وفاق کے مرکزی نائب صدر حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب اور عاملہ کے بیشتر ارکان نے شرکت کی۔ صدر محترم باوجود نقاہت و کمزوری کے دس بجے سے عشاء تک اجلاس کی صدارت کرتے رہے۔ اجلاس کے دوران نصاب کمیٹی کے مجوزہ تعلیم پر غور، درجہ موقوف علیہ کا آئندہ امتحان۔ ۱۴۳۰ھ کے میزانیہ کی منظوری اور ۱۴۳۱ھ کے مجوزہ بجٹ کی منظوری وغیرہ جیسے اہم مسائل پر بحث وغور کے بعد اہم فیصلے کیے گئے۔ ملکی مخدوش حالات اور مدارس کو درپیش مشکلات پر غور وفکر کے لئے ۱۸ر جنوری کے اجلاس میں بعض اہم اکابرین بزرگ اور علماء کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں عاملہ کے ارکان کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور کئی معزز اکابر علماء نے ملک کے گوشہ گوشہ سے شرکت کر کے متفقہ طور پر ان مشکلات کے سدباب کے لئے لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے کئی اہم فیصلے صادر فرمائے۔ جن کی اشاعت ملکی ذرائع ابلاغ میں ہو چکی ہے۔ ۱۸ر جنوری کو کراچی کے تمام مدارس دینیہ جو وفاق سے ملحق تھے، تقریباً ڈیڑھ ہزار مہتممین پر مشتمل اجلاس بعد از ظہر جامعہ فاروقیہ ہونا پہلے سے قرار پایا۔ صرف علماء پر مشتمل یہ اجتماع روح پرور منظر کشی کا حسین شاہکار تھا۔ اکابرین وفاق المدارس کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ حقانیہ اور نائب مہتمم و نائب مرکزی صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بھی اس عظیم دینی و علمی مجمع سے خطاب کیا۔ کراچی سے کافی دور ایک غیر آباد علاقہ میں جامعہ فاروقیہ کے سرپرست اعلیٰ اور دیگر منتظمین نے جس شاندار انداز سے مہمانوں کی میزبانی کا حق ادا کیا۔ مختلف اجلاسوں میں شامل افراد جامعہ فاروقیہ کا شکریہ و داد تحسین کا اظہار کرتے رہے۔

جمعیۃ کے صوبائی کنونشن سے حضرت مہتمم صاحب کا خطاب:

(پشاور) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ پاکستان کے تمام اداروں، وسائل اور کوشش پر امریکی تسلط اور آزاد ملک کی آزادی طلب کئے جانے کے بعد ملک کے علماء مشائخ کو اس مسئلہ پر غور کرنا ہوگا کہ اس صورتحال میں یہ ملک دارالاسلام رہ سکا ہے یا دارالحرب بن چکا ہے۔ مولانا سمیع الحق یہاں پشاور کے ایک بڑے ہال

میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام کنونشن سے خطاب کر رہے تھے۔ جسمیں اطراف واکناف ۔ سے سینکڑوں علماء اور معززین نے شرکت کی۔ جلاس میں جید علماء کرام اور رہنماؤں مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ' مولانا مطیع الانور فاضل دیوبند۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی ۔ مولانا سید یوسف شاہ' مولانا حافظ حسین احمد' مفتی معین الدین۔ مولانا لطیف اللہ جان ۔ مولانا انوار اللہ باچا' مولانا حامد الحق حقانی' مولانا غنی الرحمٰن ۔ مولانا عبدالعزیز۔ مولانا محمد سعید۔ مولانا ارشد علی قریشی۔ مفتی ظفر زمان' شیخ امین جان اور مولانا الطاف الرحمٰن شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور نے خطاب کیا۔ مولانا غنی الرحمٰن حقانی حیات آباد پشاور نے کنونشن کی صدارت کی۔ مقررین نے ملک کی موجودہ پالیسیوں پر شدید تنقید کی۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام نے ملک کی آزادی اور استحکام اسلامی تشخص کی بقاء کے لئے عوام کو بیدار کرنے کی مہم کا آغاز کر دیا ہے۔ اور حکومت نے اپنی موجودہ روش اور پالیساں نہ بدلیں تو عوام کو ایک زوردار تحریک کے ذریعے سڑکوں پر لاکر ملک کی آزادی کی جنگ لڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ مولانا سمیع الحق نے آئے دن مدارس عربیہ پر چھاپوں اور طلبہ کی گرفتاریوں پر شدید احتجاج کیا۔ اجتماع میں ٹانک کے ضلعی امیر شیخ محمد شفیع کے بہیمانہ قتل پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔ ورقاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا گیا۔ کنونش کے شرکاء نے مولانا سمیع الحق پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے انہیں ہر قسم کی قربانیوں کا یقین دلایا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ جمعیت علماء اسلام کی رکنیت سازی کی مہم میں ہم بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ اور جمعیت علماء اسلام کے پیغام حق کو گھر گھر تک پہنچانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ملک کی اہم شخصیات کی دارالعلوم آمد:

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اجمل خٹک کی وفات پر تعزیت کے لئے اکوڑہ خٹک تشریف لائے واپسی پر آپ نے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر اپنے رفقاء سمیت ملاقات کی اور کوئی آدھ گھنٹہ تک ملک کی موجودہ مخدوش صورت حال بالخصوص مدارس دینیہ کے متعلق حکومت کے رویہ پر تبادلہ خیال کیا۔ بعد ازاں وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد روانہ ہوگئے۔ اسی طرح سابق چیف آف جوائنٹ افواج پاکستان جنرل احسان الحق' مسلم لیگ (ق) کے جنرل سیکرٹری سید مشاہد حسین' ممتاز صحافی اور روزنامہ جناح کے ایڈیٹر جناب خوشنود علی خان اور سپاہ صحابہ کے سربراہ مولانا احمد لدھیانوی نے بھی حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقاتیں کیں۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

تعارف تبصرہ کتب

راہِ عمل (جلد دوم) تالیف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ضخامت: ۵۰۰ صفحات قیمت: ۶۰۰ روپے (ہر دو جلد) ناشر: زمزم پبلشرز کراچی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب علمی اور ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی وقیع علمی تحقیقی اور ادبی تصنیفات آپ کی عبقریت اور نابغیت پر شاہد عدل ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی آپ کی انہی زرین تحقیقات کی ایک معتبر لڑی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب آپ کے ان کالموں کا مجموعہ ہے جو کہ وقتاً فوقتاً روزنامہ منصف میں شمع فروزان کے عنوان سے شائع ہوتے رہے۔ بقول مؤلف کے راقم الحروف روزنامہ منصف کے کالم شمع فروزاں میں سماجی مسائل کو خصوصی اہمیت دیتا رہا ہے۔ بحمد اللہ لوگوں نے نہ صرف اسے پسند کیا بلکہ بہت سے رسائل وجرائد اُسے نقل بھی کرتے رہتے ہیں اب یہ مستقل مجموعہ کی شکل میں قارئین کی نذر ہے۔

یہ جلد دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے کا عنوان ہے عصر حاضر کے سماجی مسائل اس حصہ میں مغربی ثقافت کے غلبہ اور اسلامی تعلیمات سے دوری کیوجہ سے موجودہ حالات میں جو سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ان پر بصیرت مندانہ انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس حصہ کے مرتب جناب محمد نعمت اللہ صاحب ہیں۔ اپنے ابتدائیہ میں مرتب کتاب نے تحریر کیا ہے کہ اس مجموعہ میں اکثر اہم سماجی امراض کی طرف نشاندہی کی گئی ہے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اسکا علاج بھی بتایا گیا ہے یقیناً یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر میں پڑھی جائے۔

کتاب کے دوسرے حصے کا عنوان ہے دینی وعصری تعلیم اور درسگاہیں مسائل اور حل یعنی دینی وعصری تعلیم کی اہمیت تعلیم کے نصاب، نظام کیلئے لائحہ عمل مدارس کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ اور دینی وعصری درسگاہوں کے مسائل پر چشم کشا تجزیے و تبصرے۔ اس حصہ کے مرتب جناب محمد عمر عابدین قاسمی ہیں عرض مرتب کے زیر عنوان آپ رقمطراز ہیں آجکل مدارس کے متعلق جو سوالات مدارس کے مخالفین یا اسکے ہمدردان اور بہی خواہوں کے ذہن میں آتے ہیں آپ ان سوالوں کا بھی صحیح جواب معتدل اور متوازن انداز میں آئندہ صفحات میں پڑھیں گے اور ان مسائل سے متعلق واضح تجزیہ دوٹوک تبصرہ اور مخلصانہ مشورہ آپ کو ملے گا۔ کتاب کا یہ حصہ چار بڑے عنوانات پر مشتمل ہے پہلا عنوان دینی تعلیم اور دینی درسگاہیں دوسرا عنوان ہندوستان کے دینی مدارس میں اصول فقہ کی تعلیم تیسرا عنوان عصری تعلیم اور عصری درسگاہیں اور چوتھا عنوان ہے دینی اور عصری درسگاہوں کے مشترک مسائل۔ ان تمام عنوانات پر مولانا نے انتہائی سیر حاصل تحقیق کی ہے واضح رہے کہ الحق کے گذشتہ شمارہ میں جلد اول جو کہ تین حصوں پر مشتمل ہے پر تبصرہ آچکا ہے۔

(محمد ابراہیم فانی)

کتاب: مولانا غلام غوث ہزاروی مذہبی وسیاسی خدمات تالیف: جناب سہیل احمد اعوان صاحب

ضخامت: ۴۳۲ صفحات قیمت: ۳۵۰ روپے

ناشر: مکتبہ جمال' تیسری منزل حسن مارکیٹ' اردو بازار لاہور

جامع الصفات' اکابرین واسلاف کے سیر وسوانح' احوال وواقعات اور تذکار وخدمات پڑھنے سے انسان میں مثبت شعور جوش وجذبہ ولولہ انتھک جدو جہد' عزم وہمت' تازگی وبیداری' صبر وتحمل' احتیاط وتقویٰ' حلم وبردباری جیسی عظیم صفات اپنانے کا شوق دامن گیر ہوتا ہے۔ تاریخ وسیرت لکھنے کی بنیادی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اکابرین کے سلسلة الذهب و الفضه (سونے اور چاندی کے کڑیوں) میں ایک نام بطل حریت شیر سرحد' حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا بھی ہے۔ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف کی علمی' دینی' سیاسی' دعوتی' تبلیغی اور فلاحی ورفاہی خدمات پون صدی پر محیط ہیں۔ دیوبند کے فیض یافتہ اس آفتاب کی علمی فضل وکمال کے لئے یہ بین (واضح) دلیل ہے کہ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے عظیم ہم جماعتوں (کلاس فیلو) میں دورہ حدیث کے سال سالانہ امتحان میں آپ کی پوزیشن دوسری رہی۔ اسی وجہ سے فراغت کے بعد دیوبند میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد ارباب اہتمام دارالعلوم دیوبند کی جانب سے ہندوستان کے اطراف کی ریاستوں میں رد بدعات کی مہم پر روانہ کئے گئے۔ مولانا ہزارویؒ کی دینی' مذہبی اور سیاسی خدمات کو اگر ایک مختصر خاکے میں پیش کیا جائے تو وہ یوں ہوگی۔

۱۹۱۹ء جمعیت علماء اسلام کے قیام کے فوراً بعد جمعیت الطلباء کا قیام عمل میں لانا اور اس کے پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہونا۔ دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے نعرہ پر خدائی خدمتگار تنظیم اور استخلاص وطن کے لئے کانگریس کے پلیٹ فارم پر ملک کے طول وعرض میں دورے کر کے لوگوں کو بیدار کرنا۔ مجلس احرار اسلام کے قیام کے بعد اس محاذ سے ہندوستان کی آزادی کے لئے انتھک جدو جہد کرنا۔ صوبہ سرحد میں قیام پاکستان کے لئے کئے جانے والے ریفرنڈم میں حمایت کرنا۔ تقسیم ہند سے قبل قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے مجلس احرار کے سٹیج سے مناظرے اور مباحثے کرنا۔ تقسیم کے بعد ''انجمن تحفظ ختم نبوت'' کے محاذ سے ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں فعّال کردار ادا کرنا آخرکار پھر اس طویل جدو جہد کے نتیجے میں ۷ رستمبر کو ۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا اس ساری کامیابی کا سہرا حضرت ہزارویؒ کے سر ہے۔ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ جنہیں زندگی کے آخری دور میں حضرت ہزارویؒ سے شدید سیاسی اختلاف تھا۔ انہوں نے بھی اس کا اعتراف ان الفاظ سے کیا:

''حضرت ہزاروی کو قادیانیت کے مسئلہ میں ہم پر فوقیت حاصل ہے۔''

زیر نظر کتاب ''مولانا غوث ہزارویؒ کی مذہبی وسیاسی خدمات'' اس موضوع پر مستند قابل قدر وستائش' تحقیقی

اور تفصیلی کوشش ہے۔ مؤلف جناب سہیل احمد اعوان نے اگرچہ یہ موضوع ایم۔اے کے تحقیقی مقالے کے لئے منتخب کیا تھا تاہم بعد میں انہوں نے مزید کام کر کے اس کو تحقیقی دستاویز کا رنگ دیا۔ جس عرقریزی کے ساتھ کام کیا گیا ہے۔ میری ناقص رائے کے مطابق اس سے قبل کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اس کا پورا ادراک قارئین اس کتاب کو پڑھتے وقت اس کے حوالہ جات اور حواشی پر نظر ڈالنے سے کرسکیں گے۔ ان حوالوں کے لئے کتب خانوں' مجلات ورسائل کو چھاننے کے بعد اعوان صاحب نے نہ صرف لوگوں سے بالمشافہ انٹرویوز کئے بلکہ اسپیشل برانچ پشاور' آرکائیوز کے بڑے بڑے پلندے بھی ٹٹولے۔

کتاب پانچ حصص اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں ہزاروی صاحبؒ کا خاندانی پس منظر' پیدائش' تعلیم اور ابتدائی دور کی خدمات کا تذکرہ ہے۔ حصہ دوئم میں تقسیم ہند سے قبل ان کی سیاسی زندگی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ حصہ سوئم میں قیام پاکستان کے بعد وفات تک کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ چہارم میں دینی اور خاص کر ردِ فرق باطلہ کا ذکر ہے۔ آخری حصہ (پنجم) میں ہزارویؒ کے افکار وخیالات نمایاں کئے گئے ہیں۔

تاریخ سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کیلئے بالعموم اور جمعیت کے ساتھ وابستہ تمام افراد کیلئے بالخصوص یہ قابل قدر و زرین تحفہ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جمعیت کی تاریخ حضرت ہزارویؒ کے بغیر نامکمل ہے۔ (حافظ عرفان الحق حقانی)

کتاب: ''اردو شرح قدوری شریف'' مؤلف: مولانا مفتی محمد جمیل صاحب

ضخامت: ۴۵۲ صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ زاد العلم' گوجرانوالہ 0334-4414779

کتاب ''مختصر القدوری'' جو کہ درس نظامی میں فقہ حنفی کی ابتدائی بنیادی متن کی حیثیت سے جانی جاتی ہے' امام ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری کی تصنیف ہے۔ اس کی قبولیت کی شان یہ ہے کہ صدیوں سے یہ کتاب مدارس اور مکاتب دینیہ میں داخل درس ہے۔ اگر اس کتاب کو صحیح ذوق کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جائے تو حنفی فقہ کی منتہی درسی کتاب ہدایہ کا سمجھنا آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کی بے شمار شروحات ہر زبان میں لکھی گئی۔ زیر تبصرہ کتاب اردو شرح قدوری مولانا مفتی محمد جمیل صاحب کی تالیف ہے۔ کتاب کی خصوصیات اور نہج یوں ہے۔

(۱) تطویل کی بجائے تقصیر سے کام لیا گیا۔ (۲) خارجی تفصیلی دلائل ترک کر کے نفس مسئلہ کو سمجھنے پر زور دیا گیا۔ (۳) ابتداء میں مسائل تقطیع (ٹکڑے) کر کے ہر مسئلہ کو عنوان سے نمایاں کیا گیا (۴) دوسرے نمبر پر مسئلہ کی عبارت اور ترجمہ پیش کرنے کے بعد تجزیہ کے عنوان کے تحت ہر مسئلہ اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ (۵) آخر میں تفصیل کے ضمن میں مسئلہ کو منقح (واضح) کرنے کی کوشش کی گئی۔ بحیثیت مجموعی کتاب طلباء اور اساتذہ دونوں کیلئے کارآمد اور مفید ہے۔

(حافظ عرفان الحق حقانی)

کھانسی، نزلہ، زکام

کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔ جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔ جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔ اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ: تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2009

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک